ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 22 شمارہ 07

فروری 2025ء - رجب المرجب 1446ھ

جلد 22 شمارہ 07

فروری 2025ء - رجب المرجب 1446ھ

ماہنامہ التبلیغ راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد ناصر
مولانا طارق محمود
مولانا محمد ریحان

فی شمارہ.................... 50 روپے
سالانہ................. 500 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
محمد شرجیل جاوید چوہدری
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 500 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ”التبلیغ“ حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جا سکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان
فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840
www.idaraghufran.org
Email: idaraghufran@yahoo.com
www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال.................سفرِ حرمین شریفین، اور سیر وتفریح..........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط59)..........................ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا،

اور پورا بدلہ ملنا ہے...// // 7

درسِ حدیث............مال ودولت کا فتنہ (دوسری وآخری قسط)................// // 17

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات..مفتی محمد رضوان 22

علم کے مینار: ....فقہ مالکی، منہج، تلامذہ،

کتب، مختصر تعارف (چھبیسواں حصہ)..مفتی غلام بلال 26

تذکرۂ اولیاء: ....عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور

میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط4)......................................مولانا محمد ریحان 29

پیارے بچو!........................جلتی روشنیوں کا شہر.......................// // 31

بزمِ خواتین .....زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ5)....مفتی طلحہ مدثر 33

آپ کے دینی مسائل کا حل................''چشتی واشرف علی رسول''

کی تحقیق (قسط3)..ادارہ 37

کیا آپ جانتے ہیں؟.........................تجارتی بائیکاٹ، اور اس میں غلو

وبے اعتدالی (ساتویں وآخری قسط)..مفتی محمد رضوان 47

عبرت کدہ ....حضرت موسیٰ اور خضر (حصہ دہم)..........مولانا طارق محمود 54

طب وصحت...کان کا درد، کم سنائی دینا اور کان کے دیگر امراض..حکیم مفتی محمد ناصر 56

اخبارِ ادارہ ....ادارہ کے شب وروز............................// // 58

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال مفتی محمد رضوان

سفرِ حرمین شریفین، اور سیر وتفریح

آج کل کثرت سے دیکھنے میں آرہا ہے کہ حج وعمرہ کے نام سے حرمین شریفین کے سفر واسفار کا رواج بہت بڑھ گیا ہے، بہت سے لوگ یہاں رہتے ہوئے حلال وحرام، اوراپنے فرائض وواجبات کا اہتمام اورلحاظ کئے بغیر خوب پیسہ جمع کرکے ہر سال حج، یا عمرہ کرنے کے لئے پہنچ جاتے ہیں، بعض لوگ تو اپنی پورے پورے خاندان کے ساتھ مہنگے اوروی آئی پی پیکجز کے ذریعہ حج وعمرہ کے سفر پر جاتے ہیں، وہاں عالیشان ہوٹلوں میں قیام وطعام کرتے ہیں، اور پھر وہاں سے بیش بہا قیمتی چیزیں، اور ہدیے، تحفے اور بھر بھر کر سامان کے چٹے ساتھ لاتے ہیں، گویا کہ وہ کسی سیر وتفریح اور پکنک سے واپس آرہے ہوں۔

اور جس طرح ہمارے یہاں ایک عرصہ سے زائرین کی آمد ورفت کے وقت اجتماعی طور پر ماحول بنا ہوا ہے، اس سے لگتا ہے کہ بارات اور شادی بیاہ کا سماں، اور اس کی تقریبات کا سلسلہ جاری ہے۔

پھر حج، وعمرہ سے فارغ ہوکر، اور اپنے ملک میں آکر خوب پیسہ کمایا جاتا ہے، ذخیرہ اندوزی اور غریبوں کو مہنگے ترین داموں چیزیں فروخت کرکے ان پر ظلم کیا جاتا ہے، رشوت کا بازار گرم ہوتا ہے، مزدروں، اور ملازموں کے حقوق پورے کرنے کے بجائے تلف کئے جاتے ہیں، جن لوگوں کا سر پر قرض چڑھا ہوا ہے، اس کی ادائیگی کا اہتمام نہیں کیا جاتا، اور ان کو طرح طرح سے ایذاء پہنچائی جاتی ہے، اور حلال وحرام کی پرواہ کئے بغیر خوب مال جمع کرکے پھر چند دنوں کے لئے حرمین شریفین کے سفر میں بہت سارو پیہ خرچ کرکے واپس لوٹا جاتا ہے، اور سلسلہ اسی طرح چلتا، اور جاری رہتا ہے۔

اور آج کل جو لاکھوں روپیہ حرمین شریفین کے مبارک سفر کے نام پر لگا دیا جاتا ہے، اس میں خاص حج، یا عمرہ کی ضرورت کے لئے خرچ ہونے والی مقدار تو کم ہی ہوتی ہے، اور دوسری چیزوں اور دیگر مقاصد، بلکہ سہولیات سے بڑھ کر عیش پرستی میں خرچ ہونے والی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔

چنانچہ مہنگی ترین سواریوں میں سفر،اور بیش بہا ہوٹلوں میں قیام وطعام،اور قیمتی اشیاء کی خریداری وغیرہ میں خرچ ہونے والا پیسہ،حج ،یا عمرہ کے مقاصد میں سے نہیں،یہی وجہ ہے کہ اتنے مہنگے اور عیاشی پر مشتمل قیام وطعام کا اپنے یہاں رہتے ہوئے تصور بھی مشکل ہے،اگر ان اخراجات کو ہلکا کرکے،اور پیسہ بچا کر دوسرے ضروری کاموں اور اپنے یہاں کے غریبوں اور ضرورت مندوں پر خرچ کردیا جائے،تو دونوں مقاصد حل ہوسکتے ہیں۔

جبکہ آج حرمین شریفین میں صابن سے لے کر تقریباً ہر چھوٹی بڑی چیز،کافروں کی مصنوعات پر مشتمل ہے،جس کا سارا نفع ان کافروں کو ہی پہنچتا ہے،مسلمان غریبوں کو اس سے نفع نہیں پہنچتا۔

اگر ایک مرتبہ فرض وواجب، حج وعمرہ کی ٹھیک طرح ادائیگی کے بعد یہی روپیہ اپنے ملک کے فقروفاقہ اور غربت کی حالت میں بسر کردہ لوگوں پر لگادیا جائے،تو ملک سے کتنی غربت ختم ہوسکتی ہے،اور کتنے رکے ہوئے کاموں کی تکمیل اور تعمیر وترقی اور خوش حالی پیدا ہوسکتی ہے۔

ویسے بھی جب کسی جگہ فقروفاقہ اور غربت زیادہ ہو،تو نفلی حج،اور عمرہ میں مال خرچ کرنے کے بجائے،اس مال کو ان غریب،غرباء کی ضروریات پر خرچ کرنے کی فضیلت زیادہ ہوتی ہے۔

چنانچہ”ردُ المحتار“میں ہے:

وَإِذَا كَانَ الْفَقِيرُ مُضْطَرًّا أَوْ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاحِ أَوْ مِنْ آلِ بَيْتِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقَدْ يَكُونُ إكْرَامُهُ أَفْضَلَ مِنْ حَجَّاتٍ وَعُمَرَ وَبِنَاءِ رُبُطٍ . كَمَا حَكَى فِي الْمُسَامَرَاتِ عَنْ رَجُلٍ أَرَادَ الْحَجَّ فَحَمَلَ أَلْفَ دِينَارٍ يَتَأَهَّبُ بِهَا فَجَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فِي الطَّرِيقِ وَقَالَتْ لَهُ إنِّي مِنْ آلِ بَيْتِ النَّبِيِّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَبِي ضَرُورَةٌ فَأَفْرَغَ لَهَا مَا مَعَهُ، فَلَمَّا رَجَعَ حُجَّاجُ بَلَدِهِ صَارَ كُلَّمَا لَقِيَ رَجُلًا مِنْهُمْ يَقُولُ لَهُ تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنْك، فَتَعَجَّبَ مِنْ قَوْلِهِمْ، فَرَأَى النَّبِيَّ -صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي نَوْمِهِ وَقَالَ لَهُ :تَعَجَّبْت مِنْ قَوْلِهِمْ تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنْك؟ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ؛ قَالَ :إنَّ اللَّهَ خَلَقَ مَلَكًا عَلَى صُورَتِك حَجَّ عَنْك؛ وَهُوَ يَحُجُّ عَنْك إلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ بِإِكْرَامِك لِامْرَأَةٍ مُضْطَرَّةٍ مِنْ آلِ بَيْتِي.

فَانْظُرْ إِلَى هَذَا الْإِكْرَامِ الَّذِي نَالَهُ لَمْ يَنَلْهُ بِحَجَّاتٍ وَلَا بِبِنَاءِ رُبُطٍ (ردالمحتار، ج۲،ص ۶۲۱، کتاب الحج،فروع فی الحج،مطلب فی تفضیل الحج علی الصدقة)

ترجمہ:اور جب فقیروغریب مضطر(وبے چین اور پریشان حال)ہو،یا وہ غریب نیک لوگوں میں سے ہو،یا اہلِ بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم(یعنی سید،یا بنوہاشم)میں سے ہو،تو اس(غریب کا اس روپیہ پیسہ سے)اکرام کرنا،چند مرتبہ حج،اور عمرے کرنے،اور مسافرخانوں وغیرہ کو تعمیر کرنے میں خرچ کرنے سے افضل ہے،جیسا کہ ”مسامرات“(نامی کتاب)میں ایک آدمی کی حکایت مذکور ہے،جس نے حج کا ارادہ کیا،پھر اس نے سو دینار اٹھائے،جن سے وہ حج کی تیاری کرنا چاہتا تھا،تو اتنے میں ایک عورت راستہ میں آ گئی،اور اس نے کہا کہ میں آلِ بیتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتی ہوں،اور مجھے ضرورت ہے۔

تو اس آدمی نے اپنے ساتھ موجود سو دینار اس عورت کو دے دیئے،پھر جب اس شہر کے حاجیوں کا قافلہ(حج کر کے واپس)لوٹا،تو ان میں سے ہر ایک آدمی نے،اس آدمی سے ملاقات شروع کی،اور اس آدمی کو حج کی مبارباد دینا شروع کی،اس آدمی کو ان لوگوں کی مبارباد سے تعجب ہوا(کہ میں تو حج کے لئے گیا ہی نہیں تھا،پھر یہ لوگ مجھے مبارباد کیوں دے رہے ہیں؟)پھر اس آدمی کو خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی،اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان لوگوں کی مبارکباد سے تعجب کر رہے ہو؟اس آدمی نے عرض کیا کہ بے شک اے اللہ کے رسول!تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نے ایک فرشتہ کو تمہاری شکل میں پیدا فرمادیا ہے،جس نے تمہاری طرف سے حج کیا ہے،اور وہ فرشتہ تمہاری طرف سے قیامت کے دن تک حج کرتا رہے گا،کیونکہ تم نے میرے اہلِ بیت کی ایک مجبور عورت کی مدد کی۔

پس اب تم اس اعزاز واکرام کو دیکھ لو،جو اس شخص کو حاصل ہوا،جو نہ تو کئی کئی حج کرنے سے حاصل ہوسکتا،اور نہ ہی مسافرخانوں وغیرہ کی تعمیر سے حاصل ہوسکتا(ردالمحتار)

www.idaraghufran.org

آج کے زمانہ میں سید اور بنو ہاشم خاندان کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے،جن کو نہ تو لوگ زکاۃ دیتے، کیونکہ ان کوزکاۃ دینے سے منع کیا جاتا ہے،اور نہ ہی حبِ مال کی وجہ سے ان کولوگ صدقاتِ نافلہ اورعطیات دیتے،جس کی وجہ سے وہ نعوذ باللہ در بدر مجبور پھرتے ہیں۔

اور سید و بنو ہاشم کے علاوہ بھی ملک میں بہت بڑی تعداد ایسے غریبوں کی ہے، جو گھر بار،اور کھانے پینے کی ضروریات سے دوچار،قرض سے بے حال،اور رتی رتی کے محتاج ہیں،لیکن ان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی،اور دھڑا دھڑ مہنگے ترین نفلی حج اور عمروں میں ارب ہا روپیہ ہر سال لگا دیا جاتا ہے۔

پھراس قسم کے نفلی حج اور عمرے کرنے والوں میں ایسے افراد بہت کم ہیں، جو صحیح اور شرعی تقاضوں کے مطابق حج وعمرہ کرتے ہوں، بلکہ اب جو حالات حجاج وزائرین کے بکثرت سننے میں آ رہے ہیں،وہ بہت ناگفتہ بہ ہیں، جو حرمین شریفین کی بے ادبی اور بے احترامی،اور وہاں جا کر طرح طرح کے منکرات میں مبتلاء ہونے تک پہنچ چکے ہیں۔

دوسری طرف سرکاری وغیرسرکاری ایجنٹوں کا بڑا مافیا ہے،جو زیادہ سے زیادہ سہولیات، بلکہ عیش پرستی کے اسباب،اور مختلف پیکجز جمع کر کے لوگوں کو راغب کرنے،اپنے پیشہ اور کاروبار کو چمکانے میں مصروف ہے،اور اس کو لوگوں کے حقیقی حج وعمرہ کی ادائیگی اور حرمین شریفین کے آداب واکرام سے کوئی سروکار نہیں،اور اس صورتِ حال کے نتیجہ میں ''من ترا حاجی بگویم،تو مرا حاجی بگو'' کا سلسلہ چل رہا ہے۔

اور مشاہدہ ثابت کررہا ہے کہ اگر حج وعمرہ کے سفر واسفار اور قیام وطعام میں موجودہ سہولیات اور عیش وعشرت کے اسباب ووسائل کو ختم کر کے حج وعمرہ کو اپنی اس اصل حالت پر لوٹا دیا جائے، جو صحابہ وتابعین اور سلفِ صالحین کے زمانہ میں تھی،جس میں حج وعمرہ کی اصل مشقت برداشت کرنی پڑتی تھی،تو شاید حج وعمرہ کے لیے جانے والے افراد کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہ رہے۔

ان حالات میں ضرورت ہے کہ علماءاور دین کے مقتداء،لوگوں کی صحیح دینی رہنمائی کر کے دنیا وآخرت کی بربادی سے بچانے کی کوشش فرمائیں،لیکن اگر وہ خود ہی ان چیزوں میں مبتلاء اور ان کے ان کاموں میں حوصلہ افزائی کر کے حصہ دار بن جائیں گے،تو پھر خیر کی کس سے توقع کی جاسکتی ہے؟

اللہ حفاظت فرمائے۔آمین۔

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط59، آیت نمبر185، 186) مفتی محمد رضوان

ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا، اور پورا بدلہ ملنا ہے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (۱۸۵) لَتُبْلَوُنَّ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا أَذًى كَثِيْرًا وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ (۱۸۶)

(سورة آل عمران)

ترجمہ: ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، اور پورا پورا دیا جائے گا تم کو، تمہارا بدلہ قیامت کے دن، پس جو کوئی بچا لیا گیا جہنم سے، اور داخل کر دیا گیا جنت میں، تو وہ بلاشبہ کامیاب ہو گیا، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی، مگر دھوکہ کا سامان (۱۸۵)

یقیناً تمہاری آزمائش کی جائے گی، تمہارے مالوں میں، اور تمہاری جانوں میں، اور ضرور بالضرور سنو گے تم ان لوگوں کی طرف سے، جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے، اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا، بہت تکلیف دہ باتوں کو، اور اگر صبر کرو گے تم، اور تقویٰ اختیار کرو گے تم، تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے (۱۸۵)

(سورہ آلِ عمران)

تفسیر وتشریح

مطلب یہ ہے کہ دنیا کی زندگی اصل زندگی نہیں ہے، بلکہ اس کا اختتام موت پر ہونے والا ہے، اور اصل کامیابی آخرت کی ہے، جو جہنم سے بچنے اور جنت کی نعمت ملنے کی شکل میں حاصل ہوتی ہے، اور دنیا کی زندگی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے، اور مومنوں کی جان اور مال میں اللہ کی طرف سے، ان

www.idaraghufran.org

کا دنیا میں امتحان لیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ کون اپنے مال اور جان کو اللہ کے لئے خرچ کرتا ہے، اور کون نہیں، اور اسی کے ساتھ اہلِ کتاب اور مشرکوں کی طرف سے مومنوں کو تکلیف دہ باتیں، مثلاً طعن وتشنیع، تنقید واعتراضات، ہجو وتمسخر، الزام تراشی، پروپیگنڈہ وغیرہ سننے کی شکل میں بھی امتحان لیا جائے گا، کہ کون ان کی باتیں سن کر تقویٰ اور صبر کا دامن تھامے رکھتا ہے، اور کون اس کا دامن چھوڑ دیتا ہے۔

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ دو آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنے کا فیصلہ ان الفاظ میں سنایا ہے:

كُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ

ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے

معلوم ہوا کہ موت کا ایک خاص ذائقہ ہے، جس کی حقیقت کا ادراک لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کا تعلق چکھنے اور اس مرحلہ سے گذرنے سے ہے، اور وہ مرحلہ ہر جاندار پر آنے والا ہے، کوئی جاندار بھی ایسا نہیں، جو موت کا ذائقہ چکھنے سے بچ جائے، جس کا قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی ذکر ہے۔

اس سے پہلے سورہ آلِ عمران ہی میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گذر چکا ہے کہ:

قُلۡ فَادۡرَءُوۡا عَنۡ اَنۡفُسِكُمُ الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (سورة آل عمران، رقم الآية ١٦٨)

ترجمہ: کہہ دیجئے آپ کہ ہٹادو تم اپنے آپ سے موت کو، اگر ہو تم سچے (سورہ آل عمران)

پس موت سے راہِ فرار ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں اور جب بھی موت کا ذکر فرمایا، تو عام طور پر اس کے ساتھ ہی دنیا کی زندگی کے مقصد، اور آخرت میں بعثت کا بھی ذکر فرمایا، تاکہ معلوم ہو کہ بہر حال کسی کی صرف موت ہی ناکامی، یا کامیابی کی دلیل نہیں، وہ تو ہر انسان، بلکہ جانور کو بھی آتی ہے، بلکہ اصل چیز آخرت کی کامیابی ہے۔

چنانچہ سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (سورة آل عمران، رقم الآية ۱۸۵)

”ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، اور پورا پورا دیا جائے گا تم کو، تمہارا بدلہ قیامت کے دن، پس جو کوئی بچا لیا گیا جہنم سے، اور داخل کردیا گیا جنت میں، تو وہ بلاشبہ کامیاب ہوگیا، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی، مگر دھوکہ کا سامان“

اس آیت میں پہلے، اللہ تعالیٰ نے عام قاعدہ کے مطابق ہر جاندار کو موت کے ذائقہ کو چکھنے کا ذکر فرمایا۔

پھر اس کے بعد قیامت کے دن ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دیے جانے کا ذکر فرمایا۔

پھر اس کے بعد جہنم سے بچالئے اور جنت میں داخل کئے جانے والے کے کامیاب ہونے کا ذکر فرمایا۔

اور پھر اس کے بعد دنیا کی حیات وزندگی کے دھوکہ کا سامان ہونے کا ذکر فرمایا۔

اگر صرف مذکورہ آیت کے جملوں کو ترتیب وار بغور ملاحظہ کرلیا جائے، تو ہر انسان کے لئے موت اور اس کے مقصد کو سمجھ کر اپنے آپ کو ناکام ہونے سے بچانے اور کامیابی حاصل کرنے کا کافی وافی سامان موجود ہے۔

پھر موت کے مقصد کو بیان کرنے کے بعد دنیا کی زندگی میں پیش آنے والے مصائب پر صبر کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے سورہ آلِ عمران کی اگلی آیت میں اس طرح حکم فرمایا:

لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (سورة آل عمران، رقم الآية ۱۸۶)

”اور ضرور بالضرور سنو گے تم ان لوگوں کی طرف سے، جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے،

اوران لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا، بہت تکلیف دہ باتوں کو،اوراگر صبر کروگے تم،
اورتقویٰ اختیار کروگےتم،تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے‘‘

اس سے معلوم ہوگیا کہ دنیا میں پیش آنے والے مصائب ومسائل سے گھبرانا نہیں چاہیے،اوران پر صبراورتقوے کا اہتمام کرنا چاہیے، جو کہ ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

ہمت کے بغیر نہ تو صبر کا دامن پکڑا جاسکتا،اورنہ ہی تقوے کا اہتمام کیا جاسکتا۔

اس لئے دنیا میں بزدلی کو ترک کرکے ہمت وحوصلہ بلند رکھ کر،صبر اورتقوے کو بروئے کار لانا چاہیے،اسی کے ذریعہ موت کے بعد حقیقی کامیابی حاصل ہوگی۔

پس سورہ آلِ عمران کی مذکورہ دوآیات میں موت،اوراس کے بعد کی کامیابی،اوردنیا کی زندگی میں اس کامیابی کو حاصل کرنے کا اصولی طریقہ بتلادیا گیا،جس میں انسان کی ہدایت کا مکمل اصولی سامان موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دوسرے مواقع پر بھی موت کا تذکرہ فرماتے وقت عام طور پر یہی انداز اختیار فرمایا ہے۔

چنانچہ سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ .
وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا
هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ (سورة النساء، رقم الآية ٧٨)

ترجمہ: جہاں پر بھی تم ہوگے، پالے گی تمہیں موت، اگرچہ ہوتم مضبوط قلعوں میں۔
اوراگر پہنچتی ہے ان (کافروں) کو کوئی اچھائی،تو کہتے ہیں وہ (کافر) کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے،اوراگر پہنچتی ہے ان کوئی برائی،تو کہتے ہیں وہ کہ یہ تیری (یعنی نبی) کی طرف سے ہے۔
فرمادیجیے آپ کہ ہرایک اللہ کی طرف سے ہے (سورہ نساء)

مذکورہ آیت میں موت کے ہرجگہ آنے کا ذکر کیا گیا،اورساتھ ہی دنیا میں خیروشر، ہرایک کے اللہ کی

طرف سے ہونے کا ذکر کیا گیا۔

اورسورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ. كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (سورة الأنبياء، رقم الآيات ۳۴، ۳۵)

ترجمہ: اور نہیں کیا ہم نے کسی انسان کے لیے آپ سے پہلے ہمیشہ رہنا، تو کیا اگر مر جائیں آپ، تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ ہر جاندار چکھنے والا ہے، موت کو، اور مبتلا کرتے ہیں ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں، آزمانے کے لیے، اور ہماری طرف ہی لوٹایا جائے گا تم کو (سورہ انبیاء)

مذکورہ آیات میں ہر ایک کے لئے موت کا حکم بیان کیا گیا، ساتھ ہی سب کے اللہ کی طرف لوٹ کر جانے کا حکم فرمایا گیا، اور اسی کے ساتھ دنیا میں خیر وشر کے فتنہ، اور آزمائش ہونے کا ذکر کیا گیا۔

اورسورہ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ . وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ. اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَابَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا، اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ، وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورة العنكبوت، رقم الآيات ۵۷ الى ۶۰)

ترجمہ: ہر جاندار، موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے تم، اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے نیک، ضرور ٹھکانہ دیں گے ہم ان کو جنت میں بالا خانوں کا، جاری ہوں گی، ان (بالا خانوں) کے نیچے سے نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں، کیا اچھا ہے عمل کرنے والوں کا بدلہ، وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا، اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں وہ، اور کتنے ہی جاندار ہیں کہ جو نہیں اٹھا سکتے اپنا رزق، اللہ ہی رزق

دیتا ہے ان کو اور تم کو، اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے (سورہ عنکبوت)

مذکورہ آیات میں ہر جاندار کے لئے موت کا مزہ چکھنے کا ذکر کیا گیا، اور ساتھ ہی موت کے بعد اللہ کی طرف لوٹائے جانے، اور اعمالِ صالحہ کرنے والے مومنوں کے جنت، اور اس کی بعض نعمتوں کا ذکر کیا گیا، اور ساتھ ہی اعمالِ صالحہ میں صبر اور اللہ پر توکل کے عمل کا بطور خاص ذکر کیا گیا، اور پھر ساتھ ہی بتلا دیا گیا کہ اللہ تو ایسے بہت سے جانداروں کو بھی رزق عطاء فرماتا ہے، جو اپنے رزق کو حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، پس بندوں کو رزق وغیرہ کے معاملہ میں اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔

سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا . قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (سورة الأحزاب، رقم الآيات ١٦، ١٧)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ ہرگز نفع نہیں دے گا تم کو بھاگنا موت سے، یا قتل سے، اور اس صورت میں نہیں فائدہ دیا جائے گا تم کو، مگر تھوڑا، کہہ دیجیے آپ کہ کون ہے وہ جو بچائے گا تم کو اللہ سے، اگر ارادہ کرے وہ (یعنی اللہ) تمہارے ساتھ برائی کا، یا ارادہ کرے وہ (یعنی اللہ) تمہارے ساتھ رحمت کا، اور نہیں پائیں گے وہ اپنے لئے اللہ کے علاوہ کوئی ولی، اور نہ کوئی نصرت کرنے والا (سورہ احزاب)

مذکورہ آیات میں پہلے موت سے بھاگنے کو فائدہ مند نہ ہونا بتلایا گیا، اور پھر اللہ کی طرف سے برائی، یا رحمت پہنچنے پر کسی دوسرے کے رکاوٹ نہ ڈالنے کا ذکر کیا گیا، اور ساتھ ہی اللہ کے مقابلہ میں کسی ولی اور مددگار نہ ہونے کا ذکر کیا گیا۔

اور سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ. ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ

www.idaraghufran.org

(سورة الزمر، رقم الآية ۳۰و ۳۱)

ترجمہ: بے شک آپ (بھی) مرنے والے ہیں، اور بے شک وہ (بھی) مرنے والے ہیں۔

پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے خصومت اختیار کرو گے(سورہ زمر)

مذکورہ آیات میں پہلے ہر ایک کے لئے موت کا ذکر کیا گیا اور پھر مرنے کے بعد قیامت کے دن ہر ایک کے حقوق کا اللہ کے حضور حساب و کتاب ہونے کا ذکر کیا گیا۔

اور سورہ جمعہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِىْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ إِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورة الجمعة رقم الآيات ٦ الٰى ٨)

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ بے شک (وہ) موت، بھاگتے ہو تم جس سے، پس بے شک وہ ملاقات کرنے والی ہے تم سے، پھر لوٹائے جاؤ گے تم، پوشیدہ اور ظاہر (سب) کے جاننے والے کی طرف، پھر خبر دے گا وہ تمہیں (اس) کی جو تم کیا کرتے تھے(سورہ جمعہ)

مذکورہ آیات میں پہلے تو موت سے راہِ فرار ممکن نہ ہونے کا ذکر کیا گیا، اور پھر اللہ عالم الغیب والشہادہ کی طرف لوٹ کر جانے اور پھر ہر ایک کے اعمال سے خبردار کرنے کا ذکر کیا گیا۔

اور سورہ منافقون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

(سورة المنافقون، رقم الآية ۱۱)

ترجمہ: اور اللہ ہرگز نہیں مہلت دے گا، کسی نفس کو، جب اس (کی موت) کا مقررہ وقت آ جائے گا، اور اللہ خوب خبردار ہے (اس) سے جو تم عمل کرتے ہو(سورہ منافقون)

مذکورہ آیت میں پہلے تو موت کا مقررہ وقت آنے پر موخر نہ کئے جانے کا ذکر کیا گیا، اور پھر ساتھ ہی دنیا میں کئے جانے والے اعمال کی اللہ کو پوری خبر ہونے کا ذکر کیا گیا، جس کی روشنی میں اللہ کی طرف سے ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

www.idaraghufran.org

اوریہی ذکر کیا گیا تھا سورہ آلِ عمران کی ان آیات میں جن کی تفسیر وتشریح جاری ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:إِنَّ مَوْضِعَ سَوْطٍ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیھَا، اِقْرَءُ وْا إِنْ شِئْتُمْ:فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (سنن الترمذی،رقم الحدیث۳۰۱۳،ابواب تفسیر القرآن،بَابٌ،وَمِنْ سُورَۃِ آلِ عِمْرَانَ) [1]

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑا(یا لاٹھی)رکھنے کی جگہ دنیا اور و ما فیہا (یعنی اس کی سب چیزوں) سے بہتر ہے،اگر تم چاہو،تو (سورہ آلِ عمران کی)اس آیت کی قرائت کرلو کہ:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ .

”پس جو کوئی بچالیا گیا جہنم سے،اور داخل کردیا گیا جنت میں،تو وہ بلاشبہ کامیاب ہوگیا،اور نہیں ہے دنیا کی زندگی،مگر دھوکہ کا سامان (ترمذی)

اورحضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّہِ صَلَّی اللَّہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ " یَقُولُ اللَّہُ :أَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِینَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَی قَلْبِ بَشَرٍ، فَاقْرَءُ وا إِنْ شِئْتُمْ :(فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِیَ لَہُمْ مِنْ قُرَّۃِ أَعْیُنٍ جَزَاءً بِمَا کَانُوا یَعْمَلُونَ) وَفِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃٌ یَسِیرُ الرَّاکِبُ فِی ظِلِّہَا مِائَۃَ عَامٍ لَا یَقْطَعُہَا، وَاقْرَءُ وا إِنْ شِئْتُمْ، (وَظِلٍّ مَمْدُودٍ) وَمَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیہَا، وَاقْرَءُ وا إِنْ شِئْتُمْ :(فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّۃَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَیَاۃُ الدُّنْیَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ)(سنن الترمذی،

[1] قال الترمذی:ھَذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ

رقم الحدیث ۳۲۹۲،ابواب تفسیر القرآن،بَابٌ:وَمِنْ سُورَةِ الوَاقِعَةِ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں، جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھیں، اور کسی کان نے نہیں سنیں، اور کسی فردِ بشر کے دل میں نہیں کھٹکیں، تم چاہو، تو سورہ سجدہ کی اس آیت کی قرائت کرلو:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُون

(پس نہیں جانتا کوئی نفس جو مخفی رکھی گئی ہے، ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک، بدلہ کے طور پر ان کے جو عمل کرتے تھے وہ)

اور جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ سوار اس کے سایہ میں سو سال چلتا رہے، تب بھی اس کے سایہ کو طے نہیں کرسکتا، اور تم چاہو، تو سورہ واقعہ کی اس آیت کی قرائت کرلو:

وَظِلٍّ مَمْدُود

(اور جنتی لمبے سایہ میں ہوں)

اور جنت میں ایک کوڑا (یا لاٹھی) رکھنے کی جگہ دنیا اور ومافیہا سے بہتر ہے، اگر تم چاہو، تو سورہ آلِ عمران کی اس آیت کی قرائت کرلو:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ .

”پس جو کوئی بچا لیا گیا جہنم سے، اور داخل کردیا گیا جنت میں، تو وہ بلاشبہ کامیاب ہوگیا، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی، مگر دھوکہ کا سامان (ترمذی)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :إِنَّهُ خُلِقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثِمِائَةِ مَفْصِلٍ، فَمَنْ كَبَّرَ اللهَ، وَحَمِدَ اللهَ، وَهَلَّلَ

[1] قال الترمذی:هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

www.idaraghufran.org

اللہَ، وَسَبَّحَ اللہَ، وَاسْتَغْفَرَ اللہَ، وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ، وَأَمَرَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ نَهَى عَنْ مُنْكَرٍ، عَدَدَ تِلْكَ السِّتِّينَ وَالثَّلَاثِمِائَةِ السُّلَامَى، فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زَحْزَحَ نَفْسَهُ عَنِ النَّارِ (صحیح مسلم،رقم الحدیث۱۰۰۷ "۵۴"باب بیان أن اسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم کے ہر انسان کے تین سوساٹھ جوڑ پیدا کئے گئے ہیں، پس جس نے اللہ کی تکبیر، اور اللہ کی تحمید اور اللہ کی تہلیل، اور اللہ کی تسبیح اور اللہ سے استغفار کیا، اور لوگوں کے راستہ سے کسی پتھر ورکاوٹ کو ہٹایا، یا کانٹا، یا ہڈی کو راستہ سے ہٹایا، اور امر بالمعروف، یا نہی عن المنکر کیا، تو ان تین سوساٹھ جوروں کے برابر نیکیاں ہو جائیں گی، اور وہ اس دن اپنے آپ کو جہنم سے بچالے گا (صحیح مسلم)

اور وہ اس دن فوت ہو گیا، تو جنت کا مستحق اور جہنم سے نجات پانے والا شمار ہوگا۔

بہر حال دنیا میں رہ کر آخرت کو نہیں بھولنا اور دنیا سے دل نہیں لگانا چاہیے، اور آخرت کی تیاری کرنا چاہیے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِي، فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ، كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ، أَوْ كَأَنَّكَ عَابِرُ سَبِيلٍ، وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ أَهْلِ الْقُبُورِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۴۱۱۴)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کا ایک حصہ پکڑ کر فرمایا کہ اے عبداللہ! دنیا میں اس طرح رہو، گویا کہ آپ اجنبی ہیں، یا گویا کہ آپ راستہ سے گزرنے والے (مسافر) ہیں، اور خود کو قبر والوں میں (یعنی مردہ) شمار کرو (مسند احمد)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحیح (حاشیة مسند احمد

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

مال ودولت کا فتنہ (دوسری وآخری قسط)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ قَطُّ إِلَّا بُعِثَ بِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ، يُسْمِعَانِ أَهْلَ الْأَرْضِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوا إِلَى رَبِّكُمْ فَإِنَّ مَا قَلَّ وَكَفَى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَأَلْهَى، وَلَا آبَتْ شَمْسٌ قَطُّ إِلَّا بُعِثَ بِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ يُسْمِعَانِ أَهْلَ الْأَرْضِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ: اللَّهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَأَعْطِ مُمْسِكًا مَالًا تَلَفًا (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٧٢١) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے، تو اس کے ساتھ دوفرشتے بھیجے جاتے ہیں، جو یہ منادی کرتے ہیں، اوراس منادی کو جن وانس کے علاوہ تمام اہلِ زمین سنتے ہیں، کہ اے لوگو! تم اپنے رب کی طرف آؤ، کیونکہ وہ تھوڑا جو کافی ہوجائے، اس زیادہ سے بہتر ہے، جو غفلت میں ڈال دے، اسی طرح جب سورج غروب ہوتا ہے، تو اس کے ساتھ دوفرشتے بھیجے جاتے ہیں، جو یہ منادی کرتے ہیں، اوراس منادی کو بھی جن وانس کے علاوہ تمام اہلِ زمین سنتے ہیں کہ اے اللہ! (صحیح مصرف میں) خرچ کرنے والے کو اس کا نعم البدل عطاء فرما، اوراے اللہ! روک کر رکھنے (یعنی بخل کرنے) والے کے مال کو ہلاک فرما (مسند احمد)

اور حضرت ابوہریرہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ:

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن من أجل خليد العصرى، وهو ابن عبد الله، وباقى رجال الإسناد ثقات رجال الشيخين (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :إِنَّ مَلَكًا بِبَابٍ مِنْ أَبْوَابِ السَّمَاءِ يَقُولُ :مَنْ يُقْرِضِ الْيَوْمَ، يُجْزَى غَدًا، وَمَلَكًا بِبَابٍ آخَرَ يَقُولُ : اللَّهُمَّ أَعْطِ لِمُنْفِقٍ خَلَفًا، وَعَجِّلْ لِمُمْسِكٍ تَلَفًا (مسند احمد،رقم الحديث ٨٠٥٤) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر فرشتہ یہ کہتا ہے کہ کون ہے، جو آج قرض (یعنی اللہ کے لئے صدقہ) دے گا، اس کو کل جزاء دی جائے گی، اور ایک فرشتہ آسمان کے دوسرے دروازہ پر کہتا ہے کہ اے اللہ! (آپ کی رضاء کے لئے) خرچ کرنے والے کو خلیفہ (ونعم البدل) عطاء فرما، اور اے اللہ! روک کر رکھنے (یعنی بخل کرنے) والے کا مال جلدی ہلاک فرما (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:قَالَ اللّٰهُ أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ (صحيح البخارى،رقم الحديث ٥٣٥٢،كتاب النفقات،باب فضل النفقة على الأهل)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے فرمایا کہ اے بنی آدم! (اللہ کے حکم کے مطابق) خرچ کر، جس کے نتیجہ میں تجھ پر (اللہ کی طرف سے) خرچ کیا جائے گا (صحیح بخاری)

مال داروں کو جو خوب صدقہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اتنی مقدار میں

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم

[2] حدثنا على بن حرب، حدثنا عبد الحميد بن يحيى الحمانى، عن الأعمش، عن مجاهد، عن عبد الله بن ضمرة، عن كعب، قال " :ما من صباح إلا وقد وكل ملكان يناديان :اللهم عجل لمنفق خلفا، وملكان يناديان :اللهم عجل لممسك تلفا "(مكارم الأخلاق،للخرائطى،رقم الحديث ٣٨٣)

www.idaraghufran.org

صدقہ دے کہ خود مسکین وفقیر ہوجائے، اسی وجہ سے کئی احادیث میں اس صدقہ کو افضل کہا گیا ہے، جس کو دینے کے بعد خود فقیر نہ ہوجائے، بلکہ اس کا غنی ہونا، برقرار رہے۔

چنانچہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ خَيْرَ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ (مسند احمد،رقم الحديث ١٥٣١٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر صدقہ وہ ہے کہ جو غنا کے ظاہر ہونے سے ہو، اور اوپر (یعنی دینے)والا ہاتھ، نیچے(یعنی لینے والے)ہاتھ سے بہتر ہے، اور ابتداء اس سے کیجیے، جو آپ کی عیالداری میں ہو(مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ (مسند احمد،رقم الحديث ٧١٥٥) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ صرف غنا کے ظاہر ہونے سے ہوتا ہے، اور اوپر (یعنی دینے)والا ہاتھ، نیچے(یعنی لینے والے)ہاتھ سے بہتر ہے، اور آپ ابتداء اس سے کیجیے، جو آپ کی عیالداری میں ہو(مسند احمد)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ عَنْ ظَهْرِ غِنًى، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى(مسند احمد،رقم الحديث ١٤٥٣١) [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[3] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل صدقہ وہ ہے کہ جو غنا کے ظاہر ہونے سے ہو، اور آپ ابتداء اس سے کیجیے، جو آپ کی عیالداری میں ہو، اور اوپر (یعنی دینے) والا ہاتھ، نیچے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے (مسند احمد)

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ غریب آدمی کا تھوڑا صدقہ کرنا، مالدار آدمی کے زیادہ مقدار میں صدقہ کرنے سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :سَبَقَ دِرْهَمٌ مِائَةَ أَلْفٍ "، فَقَالَ رَجُلٌ :وَكَيْفَ ذَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ " :رَجُلٌ لَهُ مَالٌ كَثِيرٌ أَخَذَ مِنْ عُرْضِهِ مِائَةَ أَلْفٍ، فَتَصَدَّقَ بِهَا، وَرَجُلٌ لَيْسَ لَهُ إِلَّا دِرْهَمَانِ، فَأَخَذَ أَحَدَهُمَا، فتصدق به (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٣٣٤٧)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک درہم، ایک لاکھ درہموں پر سبقت لے گیا، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کیسے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی کے پاس بہت زیادہ مال ہے، جس میں سے اس نے ایک ہزار درہم لے کر صدقہ کر دیئے، اور ایک آدمی کے پاس صرف دو درہم تھے (اس سے زیادہ نہیں تھے) پھر اس نے ان میں سے ایک درہم کو صدقہ کر دیا (تو اس کی فضیلت زیادہ ہے) (مسند احمد)

مذکورہ صورت میں ایک درہم صدقہ کرنے والے کی فضیلت اس لئے زیادہ ہے کہ اس نے اپنا آدھا مال صدقہ کر دیا، جبکہ مالدار کے پاس مال و دولت کا ڈھیر ہے، وہ ایک لاکھ درہم صدقہ کر کے بھی اپنا آدھا مال صدقہ نہیں کر سکا۔

اور سنن ابی داود میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أنه قال :يا رسولَ الله، أيُّ الصدقةِ أفضلُ؟ قال " :جُهْدُ المُقِلِّ، وابدأ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن (حاشية صحيح ابنِ حبان)

بِمَنْ تَعُولُ(سنن ابی داود،رقم الحدیث١٦٧٧) [1]

ترجمہ:انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کونسا صدق افضل ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کم مال والے کا جدوجہد کر کے صدقہ کرنا اور صدقہ کی ابتداء اپنے اہل وعیال سے کیجیے(سنن ابی داود)

حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن النبیَّ -صلَّی الله علیه وسلم -سئل :أیُّ الأعمالِ أفضلُ؟ قال: "طولُ القیام "قیل :فأیُّ الصدقة أفضل؟ قال " :جُهدُ المُقِلِّ"(سنن ابی داود،رقم الحدیث ١٤٤٩) [2]

ترجمہ:نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لمبا قیام کرنا،عرض کیا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کم مال والے کا جدوجہد کر کے صدقہ کرنا(سنن ابی داود)

اللہ تعالیٰ ظاہری مال ودولت اور شکل وصورت کو نہیں دیکھتا، بلکہ دلوں،اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :إِنَّ اللهَ لَا یَنْظُرُ إِلَی صُوَرِکُمْ وَأَمْوَالِکُمْ، وَلَکِنْ یَنْظُرُ إِلَی قُلُوبِکُمْ وَأَعْمَالِکُمْ (صحیح مسلم،رقم الحدیث ٢٥٦٤"٣٤")

ترجمہ:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ نہیں دیکھتا،تمہاری صورتوں کی طرف،اور تمہارے مالوں کی طرف،اور لیکن دیکھتا ہے،تمہارے قلوب (یعنی دلوں) کی طرف،اور تمہارے اعمال کی طرف(صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ مال ودولت کے فتنہ سے حفاظت فرمائے۔آمین۔

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:اسنادہ صحیح (حاشیة سنن ابی داود)

[2] قال شعیب الارنؤوط:اسنادہ قوی (حاشیة سنن ابی داود)

مقالات ومضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

جنات کی مختلف اصناف واقسام

(15-جمادی الاولیٰ-1446ھ)

بعض احادیث میں جنات کی مختلف اصناف واقسام کا ذکر کیا گیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جنات، پروں کے ساتھ ہواؤں میں اڑنے والے ہوتے ہیں، شاید اسی سے بعض لوگوں نے ”پریوں“ کا تصور قائم کیا ہو، اور بعض جنات سانپ، اور کتوں کی شکلوں میں ہوتے ہیں، اور بعض جنات وہ ہیں، جو کسی جگہ سکونت اختیار کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے اس جگہ میں جنات کے اثرات مشہور ہوجاتے ہیں، اور بعض جنات، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والے ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْجِنُّ ثَلَاثَةُ أَصْنَافٍ، صِنْفٌ لَهُمْ أَجْنِحَةٌ يَطِيْرُوْنَ فِي الْهَوَاءِ، وَصِنْفٌ حَيَّاتٌ وَكِلَابٌ، وَصِنْفٌ يَحِلُّوْنَ وَيَظْعَنُوْنَ (المستدرک للحاکم، رقم الحدیث ۳۷۰۲، کتاب التفسیر، تفسیر سورة الاحقاف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنات، تین طرح کے ہیں، ایک طرح کے جن تو پروں والے ہیں، جو ہوا میں اڑتے ہیں، اور دوسرے وہ ہیں، جو سانپوں اور کتوں کی شکل میں ہوتے ہیں، اور تیسرے وہ ہیں، جو (کسی جگہ) قیام وسکونت اختیار کرتے ہیں، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں (حاکم)

[1] قال الحاکم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

www.idaraghufran.org

اس حدیث کو ابنِ حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱؎

اور اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۲؎

اور یہ حدیث سند کے اعتبار سے معتبر ہے۔ ۳؎

جنات کی چوری اور ایذاء رسانی سے حفاظت

(20- جمادی الاولیٰ- 1446ھ)

احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنات، چوری بھی کرتے ہیں، اور مختلف شکلوں میں انسان کی

۱؎ عن أبي ثعلبة الخشني، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الجن على ثلاثة أصناف: صنف كلاب وحيات، وصنف يطيرون في الهواء، وصنف يحلون ويظعنون(صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ٦١٥٦،كتاب التاريخ،باب بدء الخالق)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى(حاشية ابنِ حبان)

۲؎ عن أبي ثعلبة الخشني: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " الجن على ثلاثة أصناف: صنف لهم أجنحة يطيرون في الهواء، وصنف حيات، وصنف يحلون ويظعنون " (المعجم الكبير للطبراني، ج٢٢ ص ٢١٤،رقم الحديث ٥٧٣)

۳؎ قال الهيثمي:

رواه الطبراني ورجاله وثقوا وفي بعضهم خلاف(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ١٣٣٨٦ ،باب عجائب المخلوقات)

وقال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثري:

هذا حديث حسن الإِسناد :أحمد بن عيسى صدوق.

وقال الهيثمي في المجمع :(8/ 139)رجاله وثقوا، وفي بعضهم خلاف(حاشية المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية،ج١٤،ص١٩٥ ، تحت رقم الحديث ٣٤٣٨، كتاب بدء الخلق،باب الجن)

وقال أبو حذيفة، نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة:

قلت :وهو على شرط مسلم.وأما حديث أبي الدرداء فأخرجه ابن أبي الدنيا في "الهواتف" (156) وأبو يعلى (المطالب 3454) وابن حبان في "المجروحين "(3/ 107) وأبو الشيخ في "الطبقات "(182) من طرق عن أبي أسامة حماد بن أسامة الكوفي ثنا يزيد بن سنان أبو فروة الرهاوي عن أبي المنيب الحمصي عن يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة عن أبي الدرداء مرفوعا "الجن ثلاثة أصناف :صنف حيات وعقارب وخشاش الأرض، وصنف كالريح في الهواء ، وصنف عليهم الحساب والعقاب "لفظ ابن أبي الدنيا.وإسناده ضعيف لضعف أبي فروة الرهاوي(انيس الساري،ج٤،ص٢٨٤٥، تحت رقم الحديث ١٩١٩، حرف الجيم)

www.idaraghufran.org

ایذاءرسانی کا باعث بنتے ہیں،اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں کے گھروں، دوکانوں، بلکہ جیب سے پیسے چوری ہوجاتے ہیں،بعض اوقات دوسری چیزیں بھی چوری ہوجاتی ہیں،اور چور کا پتہ نہیں چلتا،ایسی حالت میں لوگ اِدھر اُدھر عاملوں،اور بعض اوقات پولیس تھانوں کے چکر لگاتے پھرتے ہیں،اورطرح طرح سے پریشانیوں کا سامنا کرتے ہیں،اور حاصل،وصول کچھ بھی نہیں ہوتا،الٹا مال،وقت اور صحت کا نقصان ہی ہوتا ہے،لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ اگر ہم قرآن وسنت کی طرف رجوع کرکے،ان میں بیان کردہ ہدایات وتعلیمات پرعمل کرتے،تو اس کی نوبت ہی نہ آتی،احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت الکرسی،جنات کی چوری،اور دوسری طرح کی ایذاء رسانی سے حفاظت کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ لَهُمْ جَرِينٌ فِيهِ تَمْرٌ،وَكَانَ مِمَّا يَتَعَاهَدُهُ فَيَجِدُهُ يَنْقُصُ، فَحَرَسَهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ، فَإِذَا هُوَ بِدَابَّةٍ كَهَيْئَةِ الْغُلَامِ الْمُحْتَلِمِ،قَالَ: فَسَلَّمْتُ، فَرَدَّ السَّلَامَ، فَقُلْتُ:مَا أَنْتَ،جِنٌّ أَمْ إِنْسٌ؟ فَقَالَ:جِنٌّ، فَقُلْتُ:نَاوِلْنِي يَدَكَ، فَإِذَا يَدُ كَلْبٍ وَشَعْرُ كَلْبٍ، فَقُلْتُ:هٰكَذَا خُلِقَ الْجِنُّ،فَقَالَ:لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنُّ أَنَّهُ مَا فِيهِمْ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنِّي، فَقُلْتُ:مَا يَحْمِلُكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ؟قَالَ:بَلَغَنِي أَنَّكَ رَجُلٌ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ،فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُصِيبَ مِنْ طَعَامِكَ،قُلْتُ:فَمَا الَّذِي يَحْرِزُنَا مِنْكُمْ؟ فَقَالَ:هٰذِهِ الْآيَةُ،آيَةُ الْكُرْسِيِّ، قَالَ:فَتَرَكْتُهُ .وَغَدَا أُبَيٌّ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:صَدَقَ الْخَبِيْثُ (صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ۷۸۴،تابع كتاب الرقائق،باب قرائة القران) [1]

ترجمہ: ان کے یہاں ایک کھلیان میں کھجوریں تھیں،جس کی وہ حفاظت کیا کرتے تھے،پھر وہ اس میں سے کھجوروں کو کم پایا کرتے تھے،پھر انہوں نے ایک رات کو اس کا

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده قوی(حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

پہرہ دیا،توانہوں نے ایک نوخیزلڑکے کی طرح کے جانورکودیکھا،ابی بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے اس کوسلام کیا،اس نے سلام کا جواب دیا،پھر میں نے کہا کہ تو کون ہے،جن ہے،یا انسان ہے؟ اس نے کہا کہ جن ہوں،میں نے کہا کہ مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ،تو میں دیکھا کہ اس کا ہاتھ کتے کے ہاتھ کی طرح کا تھا،اور کتے کی طرح کے بال تھے۔

میں نے کہا کہ جنات کواسی طرح پیدا کیا گیا ہے،تواس نے کہا کہ جنات کو یہ معلوم ہے کہ جنات میں کوئی بھی مجھ سے زیادہ طاقت ورنہیں ہے،میں نے کہا کہ تجھے تیری اس (چوری کی) حرکت پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی تھی کہ تم ایسے آدمی ہو،جوصدقہ کو پسند کرتے ہو،تو میں نے سوچا کہ میں بھی آپ کے کھانے میں سے کچھ لےلوں۔

میں نے کہا کہ پھر ہماری تم سے کون سی چیز حفاظت کرے گی؟ تواس نے کہا کہ یہ آیت الکرسی،ابی بن کعب کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس کو چھوڑ دیا۔اورابی بن کعب صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے،اوراس واقعہ کی آپ کوخبر دی،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس خبیث نے سچ بولا (صحیح ابنِ حبان)

اس قسم کی احادیث کی روشنی میں علمائے کرام کو کام کرنا چاہیے،اورآج کل جوطرح طرح کے غیراسلامی توہمات وخیالات پھیلنے لگ گئے ہیں،ان کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لے کر عوام اورقوم کی رہنمائی کرنی چاہیے۔

افسوس کہ آج اس طرف دھیان ہی نہیں،بس فضول باتوں کی بھرمار ہے،جس میں اپنااوردوسروں کا وقت برباد کیا جاتا ہے،اوراللہ اوراس کے رسول کی طرف سے پیش کردہ بیش بہا،قیمتی اور سچی باتوں کا نہ تو مطالعہ کیا جاتا،نہ ہی ان کوایسی اہمیت دی جاتی،جس کی کہ ضرورت تھی،اوراس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمارا مسلمانوں کا معاشرہ فضولیات اوراس سے بڑھ کر منکرات میں ڈوبتا چلا جارہا ہے۔

اللہ حفاظت فرمائے۔آمین۔

علم کے مینار   (امت کے علماء وفقہاء: قسط48)   **مفتی غلام بلال**

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ مالکی، منہج، تلامذہ، کتب، مختصر تعارف (چھبیسواں حصہ)

(10)......قاضی عیاض مالکی

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ پانچویں صدی ہجری کے ایک جلیل القدر مالکی عالم، کہ جن کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، ہر خاص وعام ان کی گراں قدر علمی خدمات سے بخوبی واقف ہے، ولادت کا سال 476ہجری اور مکمل نام ''**عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرون السبتی المالکی** ''ہے، جبکہ ''قاضی عیاض'' اور ''عیاض مالکی'' کے لقب سے زیادہ جانے جاتے ہیں۔
تعلق ''سبتہ'' موجودہ مراکش سے تھا، جو کہ اس وقت علم وثقافت کا اہم مرکز تھا، قاضی، محدث، فقیہ، مؤرخ اور ایک متبحر مالکی عالم تھے، اندلس، اور مغرب ممالک میں فقہ مالکی کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کرنے والے علماء میں سے ہیں، آپ کا تذکرہ ''**شیخ الاسلام، عالم المغرب** ''اور ''**امام أهل الحديث في وقته** ''جیسے القابات سے کیا جاتا ہے، ادب وتاریخ میں بھی کمال درجہ مہارت حاصل تھی، آپ عربوں کی زبان وکلام، ، ان کے نسب اور تاریخی واقعات کے بارے میں خاص علمی مہارت رکھتے تھے (الاعلام للزركلی، ج۵،ص۹۹)
اور مراکش کے مؤرخ ''صغیر افرانی'' لکھتے ہیں کہ ''اہلِ مغرب میں یہ روایت مشہور تھی کہ اگر قاضی عیاض نہ ہوتے، تو مغرب کا تاریخ میں ذکر نہ ہوتا، میں نے یہ بات کسی قدیم عالم سے تو نہیں سنی، لیکن یہ قاضی کی شخصیت، اور ان کی علمی خدمات سے بعید نہیں'' (فهرس الفهارس، ج۲، ص ۸۰۰)
آپ اپنی علمی قابلیت کے ساتھ ساتھ تقویٰ، دیانت داری، اور زہد وورع کے لیے بھی مشہور تھے، منقول ہے کہ آپ عمر بھر نہایت عاجزی وانکساری کے ساتھ خدمتِ دین وخدمتِ خلق میں مشغول رہے، اور عہدۂ قضاء سنبھالنے کے بعد عدل وانصاف کے نفاذ کو یقینی بنایا۔

علمی خدمات

قاضی عیاض رحمہ اللہ کا تعلق ایک معزز، علمی و دینی گھرانے سے تھا، جو کہ علم و فضل ہر لحاظ سے ممتاز تھا، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر سے ہی حاصل کی، اور بعدازاں مراکش، اندلس، اور دیگر علمی مراکز کی طرف رختِ سفر باندھا، جہاں آپ نے اپنے وقت کے بڑے علماء، شیوخ واساتذہ سے حدیث، فقہ، ادب، اور تاریخ میں مہارت حاصل کی، چنانچہ آپ کو کئی علمی شعبوں میں مہارت حاصل تھی، آپ بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب، شاعراور مؤرخ تھے، مالکی فقہ میں یدِطولیٰ حاصل تھا، خاص طور پر ''المدوّنہ'' کے الفاظ کو حل کرنے، اوراس کی مشکل توضیحات کو ضبط میں لانے، اوراس کی روایات اورراویوں کے نام ذکر کرنے میں، علمائے مالکیہ آج بھی ان کی تشریحات پر کاربند ہیں۔

علمائے مالکیہ کے تراجم میں آپ کی قدر ومنزلت، اورعلم وادب میں آپ کے رتبہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے علامہ ذہبی جیسے نامور مؤرخ وعالم آپ کے اقوال سے استفادہ کرتے ہیں، دیگر مایۂ ناز کتب میں بھی بکثرت آپ کے اقتباسات بکثرت دیئے گئے ہیں، انسابِ عرب اورایامِ عرب دونوں میں آپ کی امامت تسلیم کی گئی ہے، چنانچہ ابنِ خلکان نے ''وفیاتُ الاعیان'' میں آپ کا ذکران الفاظ کے ساتھ کیا ہے کہ آپ حدیث اوراس کے جملہ علوم میں وقت کے امام تھے، اور اسی طرح نحو، لغت، کلام العرب، ایام اورانسابِ عرب کے بھی امام تھے(ج۳، ص ۴۸۳ الی ۴۸۵)

تصانیف

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے مختلف علوم پر بیس کے قریب کتب تالیف کیں، ان میں سے ہر تالیف کو عوام وخواص نے تلقی بالقبول سے نوازا، عالمِ اسلام نے آپ کی جملہ تالیفات تحسین کی ہے۔

آپ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

(1)......الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: یہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی سب سے مشہور کتاب ہے، اور آپ کی شہرت کی وجہ تالیف بھی یہی کتاب ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، فضائل، محاسن، معجزات اورحقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے،

کتاب کا ایک ایک لفظ عشقِ رسول ﷺ، اور آپ کی ذات سے عقیدت ومحبت اور آپ پر ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے ایک عظیم ذخیرہ ہے

(2)......**إكمال المعلم بفوائد مسلم**: یہ کتاب امام مسلم بن حجاج قشیری کی تصنیف ''صحیح مسلم'' کی شرح پر مبنی ہے، جو کہ قاضی مازری کی تالیف کردہ صحیح مسلم کی شرح کی تکمیل ہے۔

(3)......**ترتيب المدارك وتقريب المسالك** (فقہائے مالکیہ کے تعارف پر مبنی ایک عظیم کتاب) (4)......**الإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع** (اصولِ حدیث پر مشتمل ایک گراں قدر کتاب)(5)......**الغنية** (اس کتاب کو قاضی عیاض نے اپنے شیوخ کے تذکرہ کے لیے خاص کیا، اس میں آپ نے 100 کے قریب اساتذہ کے احوال حروفِ تہجی کی ترتیب پر ذکر کیے، اور ان کی اسانید بیان کی) (6)...... **مشارق الأنوار على صحاح الآثار** (7)......**التنبيهات**. [1]

اس کے علاوہ چند دیگر کتب میں ''**الاعلام بحدود قواعد الاسلام، العقيدة، جامع التاريخ، شرح حديث أم زرع**'' ودیگر شامل ہیں۔قاضی عیاض رحمہ اللہ کے اس گراں قدر علمی ذخیرہ نے اسلامی تاریخ میں ایک گہرا اثر ڈالا، اور آپ کا یہ علمی ذخیرہ ہر دور میں عالمِ اسلام میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

وفات

آپ کی وفات 9 جمادی الاخریٰ 544 ہجری بروز جمعہ بوقتِ تہجد، نصف شب میں ہوئی، مراکش میں ہی مدفون ہوئے، جو کہ آج بھی زائرین کے لیے ایک روحانی مرکز ہے۔

---

[1] **مشارق الأنوار على صحاح الآثار**: اس کتاب کا موضوع صحاحِ ثلاثہ یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک کے مشکل الفاظ کی تسہیل اور عبارتوں کی وضاحت ہے، یہ کتاب الفاظ کی لغوی اور معنوی وضاحت پر مبنی ہے، خاص طور پر وہ الفاظ جو بخاری ومسلم، اور بعض دیگر کتبِ حادیث میں آئے ہیں، اس کتاب کے بارے میں ابنِ فرحون کی رائے یہ ہے کہ اس کتاب کی قدر ومنزلت کو سونے کے پانی سے لکھے جانے اور جواہرات سے تولے جانے سے بھی کہیں زیادہ آ گے ہے (الدیباج المذہب، ج ۲، ص ۴۹)

التنبيهات: قاضی عیاض کی ایک اہم فقہی تصنیف، جس میں فقہ مالکی کے بنیادی مراجع، اور خاص طور پر ''المدوّنہ'' پر گہرے مطالعے، اور باریک بینی سے نکالے گئے علمی وفقہی نکات کا مجموعہ ہے، فقہ مالکی کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے، روایات کی وضاحت اور متون کی تشریح کے لیے ایک جامع علمی خدمت ہے۔

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط98) مولانا محمد ریحان

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نئی ریاستی اصلاحات (قسط4)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کی درج ذیل ریاستی اصلاحات گو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ہی چلی آرہی تھیں، تاہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو منظّم کر کے ایک نظام کے تحت لے کر آئے۔

انصاف کی رسائی کو آسان بنانا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عدل کو عوام کی پہنچ میں لانے کے لیے اقدامات کیے، کسی بھی شخص کو عدلیہ سے رجوع کرنے کا حق دیا، چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ گاؤں اور دیہات میں عدالتوں کے ذریعے انصاف کی رسائی کو یقینی بنایا۔ مقدمات کو سننے کے لیے باقاعدہ دن اور وقت مقرر کیے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انصاف اور احتساب کو اتنا عام بنا دیا تھا کہ عام رعایا میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت اٹھ کر اپنے حق کا سوال کر سکتا تھا، یہاں تک کہ خلیفہ تک سے انصاف کا تقاضا کر سکتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک عام شہری کو جوابدہ ہونے کا موقع دیا۔ ایک مشہور واقعہ ہے جب ایک صحابی نے جمعہ کے خطبے کے دوران آپ سے سوال کیا کہ آپ نے جو چادر پہنی ہے، وہ آپ کو ملنے والے حصے سے لمبی ہے۔ آپ نے فوراً اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو گواہی دینے کے لیے کہا کہ انہوں نے اپنی چادر دے کر آپ کی چادر مکمل کی تھی۔ یہ واقعہ انصاف کی شفافیت کی عمدہ مثال ہے۔ [1]

غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیر مسلموں (ذمیوں) کے عدالتی حقوق کا خاص خیال رکھا، ان کے لیے بھی مساوی عدل کے اصول نافذ کیے۔ غیر مسلموں کی گواہی اور مقدمات کے فیصلے شرعی اصولوں

---

[1] ابن الجوزی، عبدالرحمن بن علی . سیرۃ عمر بن الخطاب . قاھرہ: دار الفکر العربی، 1986ء. ص ۱۵۵

www.idaraghufran.org

کے مطابق کیے جاتے تھے۔ ذمیوں کی جان و مال اور عبادت گاہوں کی حفاظت کے لیے قوانین نافذ کیے گئے۔

مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے ایک قبطی عیسائی کو ناحق مارا۔ قبطی عیسائی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ آ کر شکایت کی۔ آپ نے گورنر اور ان کے بیٹے کو مدینہ طلب کیا اور قبطی کو حکم دیا کہ وہ گورنر کے بیٹے کو اسی طرح سزا دے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تاریخی الفاظ کہے:

"متى استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحراراً؟"

تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا، حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا؟ [1]

اسی طرح ذمیوں سے جزیہ کے معاملے میں آپ رضی اللہ عنہ نے نرمی والا معاملہ کیا، جو ذمی جزیہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا، اس سے جزیہ کو موقوف کر دیا۔ ایک مشہور واقعہ اس سلسلہ میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ ایک یہودی بوڑھے شخص کو بھیک مانگتے دیکھ کر حیران ہوئے۔ آپ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ جزیہ ادا نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے اس کے لیے وظیفہ مقرر کیا اور فرمایا:

"ہم نے ان سے جوانی میں جزیہ لیا اور بڑھاپے میں انہیں بے سہارا چھوڑ دیا، یہ انصاف نہیں۔" [2]

اسی طرح حمص کے عیسائیوں نے ایک معاہدے کے تحت مسلمانوں کو جزیہ ادا کیا تھا، لیکن جب اسلامی افواج کو جنگ کی تیاری کے لیے حمص چھوڑنا پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ واپس کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب ہم ان کی حفاظت نہیں کر سکتے تو ان کا جزیہ رکھنا ہمارے لیے جائز نہیں۔ [3]

---

[1] ابن عبد الحكم، فتوح مصر و أخبارها، تحقيق محمد صبيح، قاهره: دار الفكر، 1996، صفحه 122؛ ابن جوزی، سيرة ومناقب أمير المؤمنين عمر بن الخطاب، بيروت: دار ابن حزم، 1997، صفحه 89.

[2] ابو يوسف، كتاب الخراج، قاهره: مطبعة السعادة، 1979، صفحه ۱۴۴ ؛ ابن قيم الجوزيه، أحكام أهل الذمة، بيروت: دار الكتب العلمية، 1997، جلد 1، صفحه ۱۲۳

[3] بلاذری، فتوح البلدان، بيروت: دار النشر، 1988، صفحه ۱۳۹

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

جلتی روشنیوں کا شہر

لاس اینجلس، جو اپنی چمکتی روشنیوں، مصروف شاہراہوں، اور ہالی ووڈ کے خوابوں کے لیے مشہور تھا، ایک رات مکمل طور پر بدل گیا۔ یہ رات کسی معمولی رات جیسی نہیں تھی۔ رات کی تاریکی کے بیچ ہوا میں ایک عجیب سی خشکی اور بارود کی بو پھیل گئی۔

اچانک، پہاڑی علاقوں میں ایک چھوٹا سا شعلہ دکھائی دیا جو تیز ہوا کے جھونکوں کے ساتھ بڑھتا چلا گیا۔ چند دنوں اور راتوں میں، آگ نے پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آگ کے شعلے سرخ اور نارنجی رنگ میں رقص کر رہے تھے، جیسے کسی غضبناک دیو نے شہر پر قبضہ کر لیا ہو۔ بلند و بالا عمارتیں، جو کبھی اپنی مضبوطی کی علامت تھیں، شعلوں کے سامنے بے بس دکھائی دے رہی تھیں۔ لوگ اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے، لیکن آگ کا طوفان اتنا شدید تھا کہ وہ ہر طرف پھیلتی جا رہی تھی۔

سڑکیں جلتے کوئلوں کی مانند سرخ تھیں۔ ہوا میں جلتی ہوئی لکڑی اور پگھلتے ہوئے دھاتوں کی بو گھل گئی تھی۔ آسمان دھوئیں سے کالا ہو چکا تھا، اور دن بھی رات کی طرح لگ رہا تھا۔ لوگوں کی چیخ و پکار، فائر بریگیڈ کی بے بس گاڑیاں، اور ملبے کے ڈھیر کے بیچ زندگی دم توڑتی محسوس ہو رہی تھی۔

دنیا بھر کے ٹی وی چینلز پر ایک ہی خبر گردش کر رہی تھی:

”لاس اینجلس، خوابوں کا شہر، اب ایک جلتی ہوئی دوزخ بن چکا ہے۔ آگ لگنے کی وجوہات ابھی معلوم نہیں، لیکن قیامت کا منظر پورے شہر کو نگل چکا ہے۔“

لاس اینجلس کے مضافاتی علاقے میں ایک چھوٹے سے اسکول کی پناہ گاہ میں دو بچے، احمد اور مارک، بیٹھے ہوئے تھے۔ احمد کا تعلق ایک مسلم خاندان سے تھا، اور مارک ایک مقامی امریکی عیسائی تھا۔ دونوں کے والدین جلتے ہوئے شہر میں کھو چکے تھے، اور اب وہ تنہا تھے۔

احمد: (اپنے آنسو پونچھتے ہوئے) ”مارک، کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ ہم نے زمین کو بہت نقصان

پہنچایا ہے۔درخت کاٹے، پانی ضائع کیا، اور ہر چیز کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کیا۔ یہ آگ شاید اسی کا نتیجہ ہے۔" مارک: (سوچتے ہوئے) "ہاں، لیکن احمد، یہ سب کچھ صرف انسان کی غلطیوں کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ کبھی قدرت خود بھی ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ہم اس کے قابو میں ہیں۔ ہم نے ہمیشہ سوچا کہ ہم طاقتور ہیں، لیکن ایسی آفات ہمیں ہماری حقیقت دکھاتی ہیں۔"

احمد: "لیکن مارک، قرآن کہتا ہے کہ اللہ ظالم نہیں ہے۔ جب ہم خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں تو وہ ہمیں سبق دیتا ہے۔ یہ آگ، یہ چیخیں، یہ دھواں، یہ سب ہمیں یہ دکھانے کے لیے ہے کہ ہم کتنے کمزور ہیں۔"

مارک: (قدرے جذباتی لہجے میں) "احمد، میرے والد ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ خدا محبت کرنے والا ہے۔ وہ ہمیں سکھانا چاہتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں۔ شاید اس تباہی کے بعد ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ ہم سب ایک ہی دنیا میں رہتے ہیں، اور ہمیں مل کر اسے ٹھیک کرنا ہے۔" احمد: (مارک کی طرف دیکھتے ہوئے) "ہاں، لیکن یہ تب ہی ممکن ہوگا جب ہم اپنے دلوں کو بدلیں۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ وقت ہے کہ ہم دعا کریں، توبہ کریں، اور وعدہ کریں کہ ہم زمین اور زمین والوں کے ساتھ انصاف کریں گے۔" مارک: (احمد کا ہاتھ پکڑ کر) "میرے خیال میں تم صحیح کہہ رہے ہو۔ ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ہم نے دوسروں کے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے۔ جب میں نے اپنے والد سے جھوٹ بولا، یا کسی کا دل دکھایا، کیا وہ بھی غلطی نہیں تھی؟"

احمد: (مسکراتے ہوئے) "مارک، یہ سب غلطیاں ہیں، لیکن ہمیں ان سے سبق لینا چاہیے۔ اللہ آزمائشوں کے ذریعے ہمیں بہتر بنانا چاہتا ہے۔ یہ موقع ہے کہ ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کریں اور آئندہ کے لیے کچھ بہتر کریں۔" احمد: (دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہوئے) "مارک، کیا تم میرے ساتھ دعا کرو گے؟ میں چاہتا ہوں کہ ہم خدا سے معافی مانگیں، اور حق سچ راستے پر آجائیں۔" مارک: (احمد کے ساتھ دعا میں شامل ہوتے ہوئے) "ہاں، احمد۔ اللہ تو سب کا رب ہے، وہ ہماری دعائیں سنے گا۔ بس ہمیں اپنے اعمال کو بدلنا ہوگا۔ اے اللہ ہمیں حق سچ کا راستہ رکھا اور دنیا میں دوسرے لوگوں اوران کے بچوں پر ظلم کرنے والوں سے نجات دلا"

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب:قسط87) مفتی طلحہ مدثر

زیب وزینت میں خواتین کے اختیارات (حصہ5)

معزز خواتین! بننا اور سورنا خواتین کی فطرت کا حصہ ہے،جس پر شریعت کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتی ،البتہ اس کو کس کے لیے سوَرنا ہے،بس یہ راہنمائی اور پابندی شریعت کی طرف سے ضرور رکھی گئی ہے،غیر محرم کے لیے تیار ہونا کیونکہ گناہ کے مواقع اور راستے فراہم کرتا ہے،اس سے منع کر دیا گیا، اوراس پر سخت وعید بیان کی گئی ،البتہ محارم کے سامنے اور شوہر کے سامنے زیب وزینت کی اجازت ہے،لیکن اس کے مقصد میں ضرور فرق ہے،محرم افراد کے سامنے زیب وزینت کے اظہار کی اجازت ضرورت کی وجہ سے ہے،کیونکہ ان کی آمدورفت گھر میں بکثرت ہوتی ہے،تو اس سے بچنا ممکن نہیں ہے،جبکہ شوہر کے لیے زینت اختیار کرنے کا مقصد ازدواجی رشتہ کو دوام بخشنا،اور حسنِ معاشرت ہے۔

میں خواتین سے پیشگی ہی معذرت خواہ ہوں،کیونکہ شاید ان کی دکھتی رگ پر تھوڑا پاؤں پڑ جائے،اور غالبًا یہ مضمون پڑھ کر مجھے خوب کوسنے اور برا بھلا کہنے کو بھی دل چاہے،سو اس کے لیے میں پہلے ہی تیار ہوں،لیکن اصل مسئلہ یہ ہے،کہ اگر ہماری شکل اور صورت میں کوئی داغ دھبہ ہو،تو آئنہ کو برا بھلا کہنا بلکہ آئنہ ہی توڑ دینا مسئلہ کا حل تو نہیں ہے،آئنہ تو صرف شکل وصورت کا عکس ہے،شکل درست کرلیں آئنہ وہی دکھا دے گا،حدیث شریف کے مطابق مسلمان مسلمان کا آئنہ ہے،سو اسی وجہ سے ایک معاشرتی طرزِ عمل کی طرف تھوڑی سی نشاندہی کرنا ضروری ہے جو وبا بن چکا ہے،کتنے ہی گھرانے خراب کر چکا ہے،اور نہ جانے کتنے ہی اور خراب کرے گا۔

ہماری خواتین کو اکثر اپنے شوہروں سے شکایت رہتی ہے،کہ یہ محفل میں یا تقریبات میں یا گھر سے باہر دوسروں کی بیویوں یا خواتین کو دیکھتے بلکہ گھورتے ہیں،ان سے بڑے بااخلاق بن کر گفتگو کرتے ہیں،بڑی خوش اسلوبی سے پیش آتے ہیں،جبکہ اپنی خود کی بیویوں سے ان کا رویہ یکسر مختلف ہوتا ہے،یہاں میں شوہروں کی وکالت کرکے خواتین کو جھوٹا ثابت کرنے کی جدوجہد تو بالکل بھی

www.idaraghufran.org

نہیں کروں گا،اور نہ ہی یہ حقیقت پسندی ہے ہوگی،کیونکہ میں اچھی طرح جانتاہوں کہ یہ سچ ہے،اکثر مرد حضرات کا رویہ ایسا ہی ہے،الا ماشاء اللہ۔یہ تو مسئلہ تھا،مسئلہ کی کوئی وجہ بھی تو ہوگی، صرف اپنے مسئلے کا واویلا کرنے اور شور مچانے سے وہ ختم تو نہیں ہوجائے گا،اگر مسئلہ اور مرض ختم کرنا ہے،تواس کے اسباب اور وجوہات کو حل کرنا ہوگا نا!۔اس مسئلہ کی وجہ اکثر اور بیشتر خود بیویاں ہی ہیں،آپ خود اپنے طرزِ عمل پر غور کرلیں،شادی کے ابتدائی دنوں کو چھوڑ کر جب لیلیٰ مجنوں کا بھوت اتر تا ہے،اور حقیقی زندگی اپنی نشیب وفروز دکھانا شروع کرتی ہے،تب عقل ٹھکانے آنے لگتی ہے۔

ایک حدیث شریف میں بہترین خواتین کی صفات کا ذکر ہے،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ:کونسی عورتیں بہترین ہیں؟،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:”الَّـذِی تَسُـرُّہُ إِذَا نَـظَـرَ، وَتُطِیعُهُ إِذَا أَمَرَ، وَلَا تُخَالِفُهُ فِیمَا یَكْرَہُ فِي،نَفْسِهَا وَمَالِهِ “(مسند احمد،حدیث نمبر 7421)

ترجمہ:وہ عورتیں (بہترین ہیں)،جب خاوند دیکھے،تو وہ اسے خوش کردے (یا اسے دیکھ کرخوشی محسوس ہو)،اور جب وہ کوئی حکم دے تواس کی بات مانے،اور خاوند کے مال اوراپنے بارے میں کوئی ایسا کام نہ کرے،جوخاوندکوناپسند ہو(مسنداحمد)

ان خوبیوں میں پہلے نمبر پر جس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے،وہ شوہر کے دیکھنے پر بھلی محسوس ہونا اور خوش کردینا ہے،اگرچہ اس میں کردار کی خوبصورتی کو داخل کیا جاسکتا ہے،لیکن میرے نزدیک یہاں ظاہری حسن اور حلیہ کی وجہ سے خوش کرنا مراد ہے۔

یہاں ایک سوال ہے کہ کتنی خواتین خالص طور پر صرف اور صرف شوہر کے لیے تیار ہوتی ہیں،اور تیار ہونا تو دور کی بات ہے صرف حلیہ ہی درست کرکے بیٹھ جاتی ہوں،تو بھی غنیمت ہے،اس نیت سے کہ شوہرکودیکھنے پر میری شکل وصورت بہتر لگے،اوراس کا دل خوش ہوجائے،پہلے تو بہت سی خواتین کو یہ یادکرنے کے لیے یقیناً دماغ پر زور دینا پڑے گا،اوردوسرا اگر یادآ بھی جائے،تواس کی تعداد ہاتھ کی انگلیوں پر گنی جاسکتی ہوگی،اور یہ اوپر جو میں نے”خالص طور پر“ کہا ہے،یہ اتفاقاً نہیں کہہ دیا، اس لفظ سے ان موقعوں کو نکالنا مقصد ہے،جب بیویاں میکے جانا چارہی ہوں،یا انہیں پیسوں کی

ضرورت ہو، یا پھر کسی تقریب میں جانا ہو، کیونکہ پہلے دونوں مواقع پر تو مقصد اپنا کام نکلوانا ہوتا ہے ،جبکہ تیسری صورت میں شوہر کے علاوہ دیگر افراد کے لیے تیار ہوا جاتا ہے، نہ کہ شوہر کے لیے۔

یہاں خواتین کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے، کہ ہم نے کھانا بھی بنانا ہے، گھر کے کام کاج، جھاڑو پوچا بھی کرنا ہے، بچے بھی سنبھالنے ہیں، اور بہت سی خواتین نے تو جاب پر بھی جانا ہے، اور اب اس پر مزید کام یہ کہ شوہر کے لیے تیار بھی ہوں! تو اس کے جواب میں ایک درخواست یہ ہے، کہ یہاں تیار ہونے سے مراد وہ گھنٹے بھر کا میک اپ نہیں ہے، جو ایک دھوکہ کی صورت میں آپ پارٹی اور فنکشن پر جانے سے پہلے کرتی ہیں، جس کے بعد اپنے ہی گھر کی بہن، بیٹیوں کو پہچاننے میں تردد اور غور فکر سے کام لینا پڑتا ہے، ورنہ کسی غیر خاتون سے سینڈل پڑنے کے قوی امکان موجود ہوتے ہیں، بلکہ یہاں مراد یہ ہے، کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس حقیقی شکل وصورت سے نوازا ہے، اسی کو تھوڑا درست کرلیں، اور جو کپڑے آپ کو میسر ہیں، انہی کو صاف ستھرا کر کے پہن لیں، اور بس، ویسے جاب کرنے والی خواتین تو گلہ بالکل ہی نہ کریں، اگر وہ اتنا ہی کرلیں، جتنا جاب پر جانے سے پہلے ہر روز کرتی ہیں، تو بھی کافی ہوگا۔

دیکھیں شوہر اور عاشق میں فرق ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے، کہ شوہر کے ساتھ زندگی گزرتی ہے، اور عاشقوں کے ساتھ صرف ٹائم پاس ہوتا ہے، اور عاشق اگر سچا ہو، (جس کا وجود، آج کل ڈائنا سورز کی طرح ناپید ہے) تو معشوقہ پر سب کچھ نچھاور کرسکتا ہے، لیکن شوہر چونکہ وہ معراج حاصل کرچکا ہوتا ہے، جس پر پہنچنے کے فریب میں عاشق سب کچھ وارنے کو تیار ہوتا ہے، تو اب میاں بیوی کے رشتہ میں محبت کے بجائے ضرورت اور عادت کو ترجیح مل جاتی ہے، جس کی وجہ سے رشتہ چل رہا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے شوہر کی ضرورتوں کو بیوی سے اور بیوی کی ضرورتوں کو شوہر سے وابستہ کردیا ہے، اس میں محبت موجود ہوتی ہے، لیکن پوشیدہ ہوتی ہے، عاشق معشوق کی طرح ظاہر اور بیرونی نہیں ہوتی، جب تک آپ اس کی ضرورتوں کا خیال رکھیں گی، وہ آپ سے جڑا رہے گا، خیال نہ رکھنے پر وہ دوسری جگہ منہ ماری کرے گا، یہاں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہے، ابو درداء ایک مشہور صحابی تھے، ایک دن ان کی اہلیہ ام درداء کو سلمان رضی اللہ عنہ نے پراگندہ اور اجڑی

حالت میں دیکھا،تو ان سے پوچھا کہ یہ کیا حالت ہے؟،انہوں نے کہا آپ کے بھائی ابودرداء کو دنیا(خواتین وغیرہ) سے کوئی دلچسپی نہیں رہی اس لیے ایسا حلیہ بنا رکھا ہے،جس پر سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کے شوہر کو بھی سمجھا دیا،ام درداء رضی اللہ عنہا نے جو الفاظ کہے اس کا نتیجہ یہ ہے،کہ اگر ان کے شوہر کو خواتین میں دلچسپی یا کشش ہوتی ہے،تو وہ ایسے حلیہ میں نہ رہتی،،لیکن یہاں واقعہ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے،کہ آپ خواتین کے شوہر ابودرداء نہیں ہیں،جن کی خواتین میں دلچسپی ختم ہوگئی ہے،جس کی بنیاد پر آپ گھر میں اجڑا چمن بنی رہیں،شریعت خواتین سے جو مطالبہ کرتی ہے،ان کا طرزِ عمل بالکل اس کے برعکس ہے،شریعت گھر میں شوہر کے لیے تیار ہونے کو، بننے سورنے ،خوشبو لگانے کو پسند کرتی ہے،جبکہ گھر سے باہر نکلتے وقت شریعت کا سختی سے حکم ہے،کہ خواتین جب باہر نکلیں تو بنا خوشبو اور بناؤ سنگھار کے بغیر نکلیں،حدیث شریف کے الفاظ ہیں:"ولیخرجن تفلات" عام طور پر"تفل " کا استعمال بدبودار کے معنی میں ہوتا ہے،لیکن یہاں ایسی سادہ اور نارمل حالت مراد ہے،جس حالت کی وجہ سے دیکھنے والے کے لیے کشش اور توجہ کم یا ختم ہوجائے ،اور خوشبو لگا کر نکلنے پر تو سخت وعیدیں بھی ہیں،جبکہ خواتین کا گھر میں حلیہ کسی ماسی ،آیا اور کام والی جیسا ہوتا ہے، میلے کچیلے کپڑے ،گرمیاں ہیں،تو پسینے کی بدبو،الجھے ہوئے بالوں کے ساتھ اور حال سے بے حال ہوکر تو شوہر کا استقبال ہوتا ہے،اور اس کے برعکس گھر سے باہر نکلنے کے لیے الگ سے کپڑے اور پرفیومز موجود ہوتے ہیں،جو خاص اسی مقصد کے لیے ہوتے ہیں،ایسی صورت میں آپ خود بھی تبھی دیکھنے کے قابل ہوں گی،جب گھر سے باہر نکلیں گی،سو نتیجہ یہ ہوگا،آپ کے شوہر دوسروں کی بیویاں دیکھیں گے ،اور دوسرے کے شوہر آپ کو،جب تک شوہروں کی عورتوں میں دلچسپی اور کشش موجود ہے،وہ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے،اب مرضی آپ کی ہے،کہ آپ اس کو ایسی کشش فراہم کردیں ،جس کی وجہ سے وہ دوسری خواتین میں دلچسپی لے رہا ہے،اور مسئلہ حل کردیں ،یا پھر اپنے شوہروں سے دوسری خواتین کی طرف متوجہ ہونے کی شکایت کرتی رہیں،حاصل کچھ نہیں ہوگا،نہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آئیں گے ،اور نہ آپ اپنا رویہ بدلیں گی۔

(جاری ہے......)

آپ کے دینی مسائل کا حل — ادارہ

''چشتی واشرف علی رسول'' کی تحقیق (قسط3)

اب **چوتھا**، **پانچواں الزام** رہا، سو اوپر کی تقریر سے جب اس کا معذور عنداللہ ہونا ثابت ہو چکا، تو واقعی مجھ کو جواب لکھنے کے وقت اس کی طرف درجۂ وسوسہ تک میں بھی التفات نہیں ہوا کہ آیا یہ ظاہرِ احکامِ فقہیہ میں بھی معذور ہوگا، یا کہ غیر معذور ہو کر مامور بہ تجدید الایمان، یا بہ تجدید النکاح ہوگا، اس لیے میں نے اس کے حکمِ فقہی سے، جواب میں تعرض نہیں کیا تھا، بلکہ جواب لکھنے کے مدتوں بعد تک بھی مجھ کو یہ احتمال نہیں ہوا کہ کوئی صاحبِ علم اس کو غیر معذور سمجھیں گے، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ گو سب کی نہیں، مگر بعض حضراتِ اکابر کی رائے اس کے ظاہراً وقضاءً غیر معذور ہونے کی طرف ہے، اس وقت میں نے اس کے حکمِ فقہی کے اظہار کی ضرورت سمجھی، اور چونکہ اس معاملہ کا بوجہ مجیب ہونے کے میرے ساتھ ایک گونہ تعلق تھا، اور میری رائے اس میں نرم تھی، اس لیے میں نے اپنے فتویٰ پر اعتماد کرنے کو خلافِ احتیاط سمجھ کر، دوسرے حضرات سے فتاویٰ حاصل کیے۔ [1]

جن کا اس مقام پر تو (بوجہ کم گنجائش ہونے کے بدون اپنی رائے کو دخل دیئے ہوئے) صرف خلاصہ بالفاظہا نقل کیے دیتا ہوں، بعد میں کسی موقع پر ان کو بعینہا مع ایک مفصل تحریر، ایک صاحبِ علم کے مرتب کر کے، اگر کوئی صاحب شائع کرنے کے لیے مانگیں گے، دے دیئے جائیں گے۔

پس ان میں سے سہارن پور کے فتویٰ کا حاصل تو یہ ہے کہ:

[1] ملاحظہ فرمایئے کہ حضرت موصوف نے اس سلسلہ میں کس قدر اعتدال واحتیاط کو ملحوظ رکھا کہ اس واقعہ پر خود سے فقہی حکم بیان کرنے کے بجائے، اس وقت کے دیگر اکابر ومفتیان سے فتاویٰ حاصل کئے، اور ان کا خلاصہ بھی خود ہی اسی وقت بیان کر دیا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ شاید ہی کوئی موجودہ زمانہ میں ایسی نظیر پیش کر سکے۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

”صاحبِ واقعہ کا حادثہ ذوجہتین ہے، ایک جہت وہ ہے، جس سے فیما بینہٗ وبین اللہ تعالیٰ، اس کو مومن قرار دیا جاتا ہے، دوسری جہت ظاہرِ اطلاق کلمۃ الکفر کی ہے کہ جس پر اس کو مامور بہ تجدید الایمان والنکاح احتیاطاً کیا جاتا ہے، اس صورت میں فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ، نکاحِ اول بحالہٖ باقی ہے، لہٰذا اس کی زوجہ کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسری شخص سے نکاح کرے، یا تجدیدِ نکاح سے انکار کرے“ انتھٰی۔

اور دیوبند کے فتویٰ کا حاصل یہ ہے کہ:

”اس کو معذور کہنے میں، اور حکمِ کفر وارتداد نہ کرنے میں کچھ تردد نہیں ہے، اور جب کہ حکمِ کفر وارتداد اس پر صحیح نہیں ہے، تو حکم بینونتِ زوجہ بھی متفرع نہ ہوگا، استحباباً تجدید کرلینا، مبحث سے خارج ہے، لیکن ضروری کہنا خلافِ ظاہر ہے“۔

اور اس دوسرے فتویٰ کی ایک تصدیق کا حاصل یہ ہے کہ:

”عدمِ تکفر اس قائل کی بحسبِ بیان آسکنے کہ بلا اختیار اس سے یہ کلمہ صادر ہوا، دیانتاً متفق علیہ ہے، البتہ زوجہ اس کی اگر تصدیق نہ کرے، تو غایت یہ کہ زوجہ اس کو حلف دے“

اور دہلی کے فتویٰ کا حاصل یہ ہے کہ:

”جب صاحبِ واقعہ نے اپنے اختیار اور ارادہ سے الفاظِ مذکورہ نہیں کہے ہیں، تو وہ بالاتفاق مرتد نہیں ہوا، اور چونکہ ان الفاظ کا اس کی زبان سے صدور خطاءً ہوا ہے، اور اس صورت میں اتفاقاً کفر عائد نہیں ہوتا، اس لیے اس کو تجدیدِ نکاح، یا تجدیدِ ایمان کا حکم بھی نہیں کیا جائے گا، احتیاطاً تجدید کرلینا، بحث سے خارج ہے، اس کی منکوحہ قطعاً اس کے نکاح میں ہے، اور اسے ہرگز دوسرا نکاح جائز نہیں، اگر اس کی یہ حالت بے خودی وبے اختیاری معروف ہو، جب تو حکمِ قضاء ودیانت میں کوئی فرق ہی نہیں، اگر یہ حالت معروف نہ ہو، تاہم بوجوہِ مذکورہ بالا قضاءً بھی بلاقسم، یا زیادہ سے زیادہ قسم کے ساتھ تصدیق کی جائے“ انتھت۔

(اور اصل مدعاء میں یہ سب فتوے متحد ہیں:

یعنی نمبر 1: عدمِ حکم بالارتداد۔

نمبر 2: بقاءِ نکاحِ زوجہ، یعنی عدمِ بینونۃِ زوجہ۔

نمبر 3: عدمِ جوازِ نکاحِ زوجہ بزوجِ ثانی۔

اور جو امور زائد علیٰ اصل المدعیٰ ہیں، مثلاً امر بہ تجدیدِ ایمان، ونکاحِ احتیاط، ان میں گونہ اختلاف، یہ معتد بہ اختلاف نہیں، پس ان فتووں کے باہم متخالف ہونے کا شبہ نہ کیا جائے)

اب میں اس باب میں علماء کی تحقیقات کو (جن میں بعض میرے اس شخص کو معذور سمجھنے کی بناء پر حکمِ فقہی سے تعرض کے ضروری نہ جاننے کی من کل الوجوہ مؤید ہیں) ظاہر کر کے سبکدوش ہوتا ہوں، اب علماء اپنی تحقیق سے، اور عوام اپنے معتقد فیہ علماء کی تقلید سے، اور اسی طرح صاحبِ واقعہ بھی ان فتووں کی تنقیح سے حکمِ فقہی معلوم فرمالیں۔ [1]

رہا **پانچواں الزام**، سو واقعی میرے نزدیک یہ واقعہ اتنا ظاہر تھا کہ اس میں کسی ایسے شبہ کی گنجائش میرے ذہن میں نہ تھی، اور کسی شبہ کی گنجائش نہ ہونے ہی کے سبب میں نے جوابِ مجمل کو کافی سمجھا، تفصیل کی حاجت نہ سمجھی، تو اس حالت میں اس کی اشاعت میں کسی مفسدہ کا احتمال کیونکر ہوسکتا تھا، اور جب اس کا احتمال نہ تھا، تو گو اشاعت میں نے نہیں کی، مگر اس کی اشاعت کو روکا بھی نہیں، بالخصوص جب کہ اس کی اشاعت میں یہ فائدہ بھی سمجھتا تھا کہ اگر کسی کو ایسی حالت پیش آئے، تو وہ تلبیس سے محفوظ رہ کر اپنے جان وایمان کو بچاسکے، اور ایسا ہی شخص اس فائدہ کی قدر بھی کرسکتا ہے، ورنہ غیر صاحبِ

---

[1] حضرت موصوف نے متعلقہ واقعہ کے تمام پہلوؤں کا ذکر کردیا، اور اس بارے میں صادر ہونے والے فتاویٰ کا خلاصہ نقل کر کے صاحبِ واقعہ کو بھی ان کی روشنی میں فقہی حکم معلوم کر کے اس پر عمل کا مشورہ دے دیا، اور اس طرح شرعی اعتبار سے متعلقہ افراد اپنی ذمہ داری پوری کر کے دنیا سے رخصت ہو چکے، لیکن افسوس کہ آج جن لوگوں کو نہ اس واقعہ کی پوری حقیقت معلوم ہے، نہ انہوں نے اس بارے میں تحقیق کی ضرورت سمجھی، نہ ان کا علم اس درجہ کا ہے کہ وہ ان علمی باتوں کو سمجھنے کی لیاقت وصلاحیت رکھتے ہوں، اور نہ ہی ان کا تعلق اس واقعہ کے کسی جہت سے فریق ہونے کا ہے، وہ محض جہل، یا ضد، تعصب وعناد وغیرہ کی بناء پر بدزبانی، الزام تراشی، بہتان سازی، اور تکفیر بازی کر کے اپنی آخرت وعاقبت کو خراب کررہے ہیں۔ محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

حال کیا جانے، بقول کسے:

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست

حال شیرانے کہ شمشیر بلا بر سر خورند

یہ تھی حقیقت واقعہ کی ”راست راست بے کم وکاست“ [1]

خلاصہ سب کا یہ ہے کہ بحمداللہ نہ صاحبِ واقعہ نے، اور نہ احقر نے، نہ کسی کفر کا ارتکاب کیا، نہ کسی معصیت کا، غایت ما فی الباب ،بعض امورِ متعلقہ، رائے میں رائے کا اختلاف محتمل ہوسکتا ہے، جو کسی درجہ میں بھی محلِ ملامت نہیں ہے۔ [2]

مگر پھر بھی صمیمِ قلب سے کہتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ،وَمَا عَلِمْتُ مِنْهُ، وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، وَمَا أَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ.

وَأُفَوِّضُ أَمْرِیْ إِلَی اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ .

(الامداد، صفحہ نمبر۱۶ تا صفحہ نمبر۲۴، مکتوباتِ خبرت، حکایت:۳، جلد۳، عدد۱۲، بابت ماہ جمادی الثانی، ۱۳۳۶ ہجری، از مطبع: امدادالمطابع، تھانہ بھون، انڈیا)

اس مضمون کے آخر میں حضرت موصوف اصولی انداز میں اپنی تمام خطاؤں پر، خواہ نادیدہ ہوں، اللہ سے مغفرت ومعافی کی دعاء اور اس کا اعلان بھی فرما چکے، جس کے بعد کسی کو اس پر کلام کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ جس شخص نے خواب میں اشرف علی رسول اللہ کہا تھا، اس کا عقیدہ نعوذ باللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے ”رسول“ ہونے کا نہیں تھا، بلکہ اس کا عقیدہ محمد رسول اللہ کا ہی تھا، اور خواب سے بیدار ہونے کے بعد بھی کچھ دیر تک اس کو اپنے الفاظ پر اختیار نہیں تھا،

[1] حضرت موصوف نے راست راست بے کم وکاست، اس واقعہ کی مکمل حقیقت بیان فرمادی، اور اس واقعہ کے تمام پہلوؤں کا اصولی انداز میں احاطہ فرمادیا، جس کے بعد، بدزبانی والزام تراشی اور تہمت سازی کے مرتکبین کے پاس عنداللہ بری ہونے کا کوئی راستہ نہیں، سوائے اس کے کہ وہ ان حرکات سے توبہ اور رجوع کریں۔ محمد رضوان۔

[2] مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ میں فریقین نہ تو کفر کے مرتکب ہوئے، اور نہ گناہ گار ہوئے، البتہ بعض متعلقہ امور میں کسی کو رائے کا اختلاف ہوسکتا ہے، جو قابلِ ملامت نہیں۔ محمد رضوان۔

غیر اختیاری طور پر یہ کلمات نکلتے رہے، جس سے وہ پریشان تھا، پھر جب اس کو اپنے اوپر اختیار حاصل ہوا، تو صحیح کلمات اداء کیئے، اس لئے بعد کی غیر اختیاری حالت کو بھی نینداور خواب کے اثر کا حکم حاصل تھا، اسی لئے حضرت نے اس کو خواب کا درجہ دے کر اس کی تعبیر دی، اور نیک آدمی کے وحشت ناک خواب کی اچھی تعبیر دینے کا، حدیث میں ثبوت موجود ہے، اور اس زمانہ کے محققین نے معترضین کے جواب میں مذکورہ شخص پر کفر کا حکم نہیں لگایا تھا۔

اور یہ تمام تفصیل اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کے متعلق خود حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بیان فرمادی ہے، جس میں علمی وفقہی اعتبار سے شبہات واعتراضات کے جوابات بیان فرمادیے ہیں، جس کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی طرف اپنے نام کا کلمہ پڑھوانے کی نسبت کرنا اور اس کو ختمِ نبوت کے خلاف قرادے کر تکفیر کے درپے ہونا، سنگین غلطی، الزام تراشی، بلکہ اتہام سازی ہے۔

نیند میں انسان کا اعصابی نظام جامد ہوجاتا ہے، اور حواس وحرکت اور بعض دماغی افعال ساکن ہوجاتے ہیں، اور جب نیند فطری اور معتدل حالت سے گہری ہوجائے، تو اس کو ''کوما'' (COMA) کہا جاتا ہے، اور عربی زبان میں اس کو ''غیبوبت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور یونانی زبان میں اس کو ''گہری نیند'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بہت سے لوگ نیند ہی میں چلنے پھرنے بھی لگتے ہیں، اور ان کو گھبرا کر آنکھ کھلنے پر اختیار نہیں ہوتا۔

سونے کی حالت میں انسان، اکثر شرعی احکام کا مکلّف نہیں ہوتا، اسی وجہ سے اگر کوئی سویا ہوا شخص سونے کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے، تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی، اور اسی طرح جو شخص سونے کی حالت میں خواب میں زنا کرے، یا چوری کرے، یا اور کوئی گناہ کرے، تو وہ اس طرح کا خواب دیکھنے کی وجہ سے گناہ گار نہیں ہوتا۔

اور نیند کے دوران انسان کی زبان سے متعلق تصرفات لغو شمار ہوتے ہیں، اگر چہ اس کی آواز بھی کیوں نہ سنائی دے۔

چنانچہ اگر کوئی نیند میں یعنی سوتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دے، جس کی آواز بھی سُنائی دے، تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

www.idaraghufran.org

اسی طرح اگر نیند میں کلمۂ کفر زبان سے کہے، تو اس سے کفر لازم نہیں آتا۔

اور اسی طرح اگر کوئی نیند میں قسم کھائے، تو اس قسم کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اور اسی طرح اگر نیند میں کوئی خرید و فروخت کرے، تو اس کا بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ [1]

احادیث وروایات میں اصولی طور پر ان امور کی وضاحت موجود ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَتِ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَهَا زَوْجٌ تَاجِرٌ يَخْتَلِفُ، فَكَانَتْ تَرَى رُؤْيَا كُلَّمَا غَابَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَقَلَّمَا يَغِيبُ إِلَّا تَرَكَهَا حَامِلًا، فَتَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَقُولُ :إِنَّ زَوْجِي خَرَجَ تَاجِرًا، فَتَرَكَنِي حَامِلًا، فَرَأَيْتُ فِيمَا يَرَى النَّائِمُ أَنَّ سَارِيَةَ بَيْتِي انْكَسَرَتْ، وَأَنِّي وَلَدْتُ غُلَامًا أَعْوَرَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خَيْرٌ، يَرْجِعُ زَوْجُكِ عَلَيْكِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى صَالِحًا، وَتَلِدِينَ غُلَامًا بَرًّا فَكَانَتْ تَرَاهَا مَرَّتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ، تَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَقُولُ :ذَلِكَ لَهَا، فَيَرْجِعُ زَوْجُهَا، وَتَلِدُ غُلَامًا.

---

[1] أثر النوم فى تصرفات الإنسان القولية وما يحتاج إلى نية من العبادات:

النوم عارض طبعى يطرأ على الإنسان بالضرورة فيعطل العقل عن الإدراك، ويعجز عن الفهم فى حال النوم . فإن استيقظ منه أمكنه الفهم فيقضى ما فاته فى أثناء النوم من الصلوات.

والمبادرة بالقضاء واجبة عند المالكية سواء تعدى أو لم يتعد بالنوم، وندبا عند الشافعية إن لم يتعد به، ووجوبا إن تعدى به.(ر :قضاء الفوائت ف ١٩).

أما أثناء النوم فجميع عبارات النائم فى التصرفات القولية لغو، فلا ينعقد إحرامه بحج أو عمرة أو صلاة، ولا نطقه بنية الصوم، ولا يصح نذره ولا تنعقد يمينه، ولا يقع طلاقه، ولا يقبل إقراره بحق لله أو لآدمى، ولا يصح إيجابه بعقد ولا قبوله.

وكذا كل تصرف يشترط فيه أهلية الأداء والتكليف لأنه يشترط فى التكليف بالنظر إلى المكلف :فهمه لما كلف به، أى تصور ذلك الأمر والفهم من خطاب الله جل جلاله بقدر يتوقف عليه الامتثال؛ لأن التكليف استدعاء حصول الفعل على قصد الامتثال، وهو محال عادة وشرعا ممن لا شعور له بالأمر كالنائم ونحوه، فلا يناسب توجيه الخطاب إليه.

ولحديث :رفع القلم عن ثلاثة :الصبى حتى يبلغ، وعن المجنون حتى يفيق، وعن النائم حتى يستيقظ . ومعنى رفع القلم عن الثلاثة :عدم اعتبار عباراتهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤٢، ص ٢٠، مادة "نوم")

فَجَاءَتْ يَوْمًا كَمَا كَانَتْ تَأْتِيهِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَائِبٌ، وَقَدْ رَأَتْ تِلْكَ الرُّؤْيَا، فَقُلْتُ لَهَا :عَمَّ تَسْأَلِينَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَمَةَ اللَّهِ؟ فَقَالَتْ :رُؤْيَا كُنْتُ أُرَاهَا، فَآتِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْأَلُهُ عَنْهَا؟ فَيَقُولُ :خَيْرًا، فَيَكُونُ كَمَا قَالَ.

فَقُلْتُ :فَأَخْبِرِينِي مَا هِيَ؟ قَالَتْ :حَتَّى يَأْتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرِضَهَا عَلَيْهِ، كَمَا كُنْتُ أَعْرِضُ، فَوَاللَّهِ مَا تَرَكْتُهَا حَتَّى أَخْبَرَتْنِي، فَقُلْتُ :وَاللَّهِ لَئِنْ صَدَقَتْ رُؤْيَاكِ لَيَمُوتَنَّ زَوْجُكِ، وَتَلِدِينَ غُلَامًا فَاجِرًا، فَقَعَدَتْ تَبْكِي، وَقَالَتْ :مَا لِي حِينَ عَرَضْتُ عَلَيْكِ رُؤْيَايَ.

فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِي، فَقَالَ لَهَا :مَا لَهَا يَا عَائِشَةُ؟ فَأَخْبَرْتُهُ الْخَبَرَ، وَمَا تَأَوَّلْتُ لَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَهْ يَا عَائِشَةُ إِذَا عَبَرْتُمْ لِلْمُسْلِمِ الرُّؤْيَا فَاعْبُرُوهَا عَلَى الْخَيْرِ، فَإِنَّ الرُّؤْيَا تَكُونُ عَلَى مَا يُعَبِّرُهَا صَاحِبُهَا (سنن دارمی، رقم الحديث ٢٢٠٩) [1]

ترجمہ: مدینہ کے باشندوں میں ایک عورت تھی،جس کا شوہر تاجر تھا،جو مختلف مقامات پر جاتا تھا،جب اس عورت کا شوہر اس سے دور ہوتا تھا،تو وہ عورت خواب دیکھتی تھی،اور ایسا کم ہی ہوتا تھا کہ جب اس کا شوہر دور ہوتا ہو،اور وہ عورت حاملہ نہ ہوتی ہو،تو وہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہتی کہ میرا شوہر تجارت کی غرض سے نکلا ہوا ہے،اور مجھے حاملہ ہونے کی حالت میں چھوڑ کر گیا ہے،تو میں نے سونے کی حالت میں خواب میں دیکھا کہ میرے گھر کا ستون ٹوٹ گیا،اور میرے یہاں آنکھ سے کانے بچہ کی ولادت ہوئی ہے،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں فرماتے کہ خیر ہو،آپ کا شوہر ان شاءاللہ تمہارے پاس اچھی حالت میں واپس آئے

[1] قال ابن حجر:سنده حسن (فتح الباری، ج ١٢ ص ٤٣٢،قوله باب من لم ير الرؤيا لأول عابر إذا لم يصب) وقال المحقق حسين سليم أسد الدارانی:إسناده رجاله ثقات غير أن ابن إسحاق قد عنعن ومع ذلک فقد قال الحافظ فی الفتح إسناده حسن (قلت :وكذا قال الأرناؤوطان فی تحقيق زاد المعاد :إسناده حسن(حاشية سنن دارمی)

www.idaraghufran.org

گا، اور تمہارے یہاں نیک بچہ کی ولادت ہوگی، پس اس عورت نے دو، یا تین مرتبہ اسی طرح کا خواب دیکھا، وہ ہر مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس کو یہی جواب دیتے، وہ لوٹ کر چلی جاتی، اور اس کا شوہر خیر وعافیت کے ساتھ لوٹ کر آجاتا، اور اس کے بچہ پیدا ہوتا۔

پھر ایک مرتبہ وہ عورت اسی طرح آئی، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلے آتی تھی، لیکن اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے، اور اس نے یہی خواب دیکھا تھا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اس عورت سے کہا کہ اے اللہ کی بندی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس چیز کے متعلق سوال کرتی ہو؟

اس عورت نے کہا کہ خواب کے متعلق جو میں دیکھتی ہوں، تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس کے بارے میں پوچھتی ہوں، تو آپ خیر والا جواب دیتے ہیں، اور جس طرح آپ فرماتے ہیں، اسی طرح ہوجاتا ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ مجھے بھی بتلاؤ، وہ خواب کیا ہے؟ اس عورت نے کہا کہ نہیں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آجاتے، اور میں ان کے سامنے اس کو پیش نہیں کر دیتی، جس طرح پہلے پیش کیا کرتی تھی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے اس عورت کو اس وقت تک نہیں چھوڑا، جب تک اس نے مجھے وہ خواب نہیں سنادیا، اس کا خواب سن کر میں نے کہا کہ اللہ کی قسم اگر تیرا خواب سچا ہوا، تو تیرا شوہر ضرور فوت ہوجائے گا، اور تیرے یہاں بدعمل بچہ پیدا ہوگا، یہ سن کر وہ عورت رونے بیٹھ گئی، اور کہنے لگی کہ مجھے کیا ہوگیا، جو میں نے اپنا خواب تمہیں سنادیا، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اور وہ عورت بیٹھی رو رہی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے بارے میں پوچھا کہ اے عائشہ اس کو کیا ہوا؟ تو میں نے آپ کو اس واقعہ کی خبر دے دی، اور میں نے اس کے خواب کی جو تعبیر دی تھی، وہ بھی بتلادی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ ایسا نہ کیجیے (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) جب تم کسی مسلمان

کے خواب کی تعبیر دو، تو اس کی خیر والی (اور اچھی) تعبیر دو، کیونکہ خواب اس کے مطابق (واقع) ہوجاتا ہے، جیسی اس خواب دیکھنے والے کو تعبیر دی جاتی ہے (سنن دارمی)

خواب کے تعبیر پر معلق رہنے کا دوسری احادیث میں بھی ذکر آیا ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ":رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ :عَنِ النَّائِمِ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمُبْتَلَى حَتَّى يَبْرَأَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتَّى يَكْبُرَ

(سنن ابی داود، رقم الحديث ۴۳۹۸،باب في المجنون يَسرقُ أو يُصيبُ حدًّا) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے قلم (یعنی مکلّف ہونے کا حکم) اُٹھالیا گیا ہے، ایک سوتے ہوئے شخص سے، یہاں تک کہ وہ جاگ جائے، دوسرے مریض (مغلوب العقل وغیرہ) سے، یہاں تک کہ وہ صحیح ہوجائے، اور تیسرے بچے سے، یہاں تک کہ وہ بڑا (یعنی بالغ) ہوجائے (ابوداود)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ، عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمَعْتُوهِ، أَوْ قَالَ:اَلْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يَعْقِلَ، وَعَنِ الصَّغِيْرِ حَتّٰى يَشِبَّ (مسند الإمام أحمد،رقم الحديث ۹۵۶) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں سے قلم (یعنی مکلّف ہونے کا حکم) اُٹھالیا گیا ہے، ایک سوتے ہوئے شخص سے، یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے، دوسرے معتوہ، یا مجنون سے، یہاں تک کہ عقل درست ہوجائے، اور تیسرے بچے سے، یہاں تک کہ جوان (یعنی بالغ) ہوجائے (مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِمَجْنُوْنَةِ بَنِيْ فُلَانٍ، وَقَدْ زَنَتْ وَأَمَرَ عُمَرُ بْنُ

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابی داود)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

الْخَطَّابِ بِرَجْمِهَا، فَرَدَّهَا عَلِيٌّ وَقَالَ لِعُمَرَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَتَرْجُمُ هٰذِهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: أَوَ مَا تَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ، عَنِ الْمَجْنُونِ الْمَغْلُوبِ عَلٰى عَقْلِهٖ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ؟ قَالَ: صَدَقْتَ، فَخَلّٰى عَنْهَا(مستدرک حاکم، رقم الحديث ۹۴۹، کتاب الصلاة) [1]

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک قبیلہ کی مجنون عورت کے قریب سے گزرے، جس نے زنا کا ارتکاب کیا تھا، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا حکم فرمادیا تھا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی تردید فرمائی، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے امیر المومنین! کیا آپ اسے رجم کریں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آپ کو یاد نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قلم تین افراد سے اٹھالیا گیا ہے، ایک مجنون سے جس کی عقل مغلوب ہو، اور ایک سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہوجائے، اور ایک بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہوجائے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے سچ فرمایا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مجنون عورت کو بریٔ کردیا(حاکم)

مذکورہ احادیث میں تین قسم کے افراد سے قلم مرفوع ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں سے ہر ایک قسم کے فرد کے ساتھ مرفوع القلم ہونے کی غایت اور حد کو بھی لفظ ''حتّٰی'' کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے، جن میں عقل میں خلل واقع ہونے والے شخص کو بھی شامل کیا گیا، تا آنکہ وہ ہوش وحواس میں آجائے۔

اور بیدار ہونے کے لئے اتنا کافی نہیں کہ محض اس کی آنکھ کھل جائے، بلکہ ضروری ہے کہ اس کو اپنے اوپر اختیار حاصل ہو، جس کی احادیث سے بھی تائید ہوتی ہے۔ (جاری ہے............)

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.
وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما.

www.idaraghufran.org

مفتی محمد رضوان

کیا آپ جانتے ہیں؟

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

تجارتی بائیکاٹ، اور اس میں غلو و بے اعتدالی (ساتویں و آخری قسط)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : عَلَيْكُمْ هَدْيًا قَاصِدًا، فَإِنَّهُ مَنْ يُشَادَّ هٰذَا الدِّيْنَ يَغْلِبْهُ (مسند الإمام أحمد،رقم الحديث ٢٣٠٥٣) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے اوپر سیدھے (اور غیر مشقت والے) راستے اور میانہ روی (واعتدال) کو اختیار کرو، کیونکہ جو شخص دین کے معاملے میں سختی (وغلو) کرتا ہے، اس پر دین غلبہ حاصل کر لیتا ہے (اور وہ خود دین سے مغلوب ہوجاتا ہے) (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ اعتدال والا راستہ اختیار کرنا چاہئے، جس میں بے جا مشقت اور غلو نہ ہو، کیونکہ جو شخص اعتدال کو چھوڑ دیتا ہے، تو اس کو دین پر عمل کرنا مشکل ہوجاتا ہے، اور یہ طرزِ عمل فرائض اور واجبات میں تقصیر و کوتاہی اور فساد و بگاڑ کا سبب بنتا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا، وَأَبْشِرُوْا (صحيح بخارى،رقم الحديث ٣٩)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین، یُسر والا (اور سہل و آسان) ہے، اور جو شخص بھی دین میں سختی کرتا ہے، تو دین اس پر غالب آجاتا ہے، لہٰذا تم میانہ روی اختیار کرو اور قریب رہو اور (اپنے آپ اور دوسروں کو) خوشخبری سناؤ (بخاری)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

مطلب اس حدیث کا بھی وہی ہے کہ دین میں یُسر اور آسانی ہے، اور عُسر وتنگی نہیں ہے، اور جو شخص یُسر وآسانی کو چھوڑ کر عُسر وتنگی کو اختیار کرتا ہے، تو دین اس پر غالب آجاتا ہے، یعنی اس کے لئے دین پر عمل کرنا مشکل ہوجاتا ہے، جبکہ دین پر عمل کرنا سہل وآسان ہے۔

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّيْنِ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّيْنِ

(مسند احمد،رقم الحدیث ۱۸۵۱) [۱]

ترجمہ: اور تم دین میں غلو پیدا کرنے سے بچو، پس تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوگئے (مسند احمد)

ہلاک ہونے کی بعض صورتیں اس سے پہلی احادیث میں بیان کردی گئی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر مشتمل حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ابنِ حبان نے فرمایا کہ:

”فِي هَذَا الْخَبَرِ دَلِيلٌ عَلَى إِبَاحَةِ التجارة إلى دور الحرب لأهل الورع“

”اس حدیث میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ اہلِ حرب (یعنی مسلمانوں سے لڑنے اور جنگ کرنے والے) کے علاقوں کی طرف، اہلِ تقویٰ کو تجارت کرنا جائز ہے“ [۲]

جب اس تجارت سے اہلِ ورع وتقویٰ کے زہد وتقوے میں خلل نہیں آتا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقوے اور زہد میں بھی کمی نہیں آتی، جن کے مقابلہ میں کسی کا تقویٰ پہنچنا ممکن ہی نہیں، تو اس کی

---

[۱] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[۲] فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ :صَبَوْتَ؟ قَالَ :لَا، وَلَكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا وَاللَّهِ لَا تَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ تعالى عَنْهُ فِي هَذَا الْخَبَرِ دَلِيلٌ عَلَى إِبَاحَةِ التجارة إلى دور الحرب لأهل الورع(صحيح ابنِ حبان،رقم الحديث ۱۲۳۹)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

وجہ سے عام مسلمان کے ایمان واسلام میں کیسے خلل آئے گا،اوراس کوغیرتِ ایمانی کے خلاف کیسے قرار دیا جائے گا،اوراس عمل کو جائز قرار دینے پرکسی کوطعن وتشنیع اورالزام تراشی واتہام سازی کیسے درست قرار پائے گی۔

حضرت ثمامہ کی طرح حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی اہلِ مکہ کی طرف سے طواف سے منع کرنے کی صورت میں،شام سے تجارت روکنے کی دھمکی دینے کا ذکر ہے۔ [1]

لیکن ان سب کے باوجود حکمِ شرعی ،اور جواز کے لئے جمہور فقہائے کرام ومحدثینِ عظام نے بعض صحابہ کی دھمکی ،اورغیرت کے مقابلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم وعمل کو ہی حجت سمجھا ہے، جو مرفوع طریقہ پر ثابت ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ کفارِ مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی احرام باندھنے کے باوجود عمرہ کرنے سے روک دیا تھا،اورآپ کوعمرہ کئے بغیر احرام کھولنا پڑا تھا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ردِ عمل میں بھی اہلِ مکہ سے تجارت روکنے کی جدوجہد نہیں فرمائی، بلکہ اگرآپ کے کسی صحابی نے اس طرح کی جدوجہد کی،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اس عمل سے روک دیا۔

---

[1] عن أبي إسحاق عن عمرو بن ميمون عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال انطلق سعد بن معاذ معتمرا قال فنزل على أمية بن خلف أبى صفوان وكان أمية إذا انطلق إلى الشأم فمر بالمدينة نزل على سعد فقال أمية لسعد انتظر حتى إذا انتصف النهار وغفل الناس انطلقت فطفت فبينا سعد يطوف إذا أبو جهل فقال من هذا الذى يطوف بالكعبة فقال سعد أنا سعد فقال أبو جهل تطوف بالكعبة آمنا وقد آويتم محمدا وأصحابه فقال نعم فتلاحيا بينهما فقال أمية لسعد لا ترفع صوتك على أبى الحكم فإنه سيد أهل الوادى ثم قال سعد والله لئن منعتنى أن أطوف بالبيت لأقطعن متجرك بالشام(صحيح البخارى،رقم الحديث ٣٦٣٢)

عن أبي إسحاق قال: حدثني عمرو بن ميمون: أنه سمع عبد الله بن مسعود رضى الله عنه: حدث عن سعد بن معاذ أنه قال: كان صديقا لأمية بن خلف، وكان أمية إذا مر بالمدينة نزل على سعد، وكان سعد إذا مر بمكة نزل على أمية، فلما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة انطلق سعد معتمرا، فنزل على أمية بمكة، فقال لأمية: انظر لي ساعة خلوة لعلي أن أطوف بالبيت، فخرج به قريبا من نصف النهار، فلقيهما أبو جهل فقال: يا أبا صفوان، من هذا معك؟ فقال: هذا سعد، فقال له أبو جهل: ألا أراك تطوف بمكة آمنا وقد أويتم الصباة، وزعمتم أنكم تنصرونهم وتعينونهم، أما والله لولا أنك مع أبي صفوان ما رجعت إلى أهلك سالما .فقال له سعد، ورفع صوته عليه: أما والله لئن منعتني هذا لأمنعنك ما هو أشد عليك منه، طريقك على المدينة(صحيح البخارى،رقم الحديث ٣٩٥٠)

www.idaraghufran.org

قابلِ غور بات یہ ہے کہ مکہ کے محارب کفار پر تجارت روک کر دباؤ ڈالنے اوراس کے نتیجہ میں ان سے اپنی شرائط منوانے کا اس سے بہتر ذریعہ اور کونسا ہوسکتا تھا، اس کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی شرط کے بغیر ان کی تجارت کو بحال کرنے کا حکم فرمانا، اس بات کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محارب ظالم کفار سے تجارت روکنے کو پسند نہیں فرمایا، اور اس کو مشروع ومحمود تدابیر میں شامل نہیں فرمایا۔

اور یہ سب کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے ان صحابہ کی طرف سے واقع ہوا، جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کفار کے ساتھ رویہ کی مکمل تعلیم اور نشاندہی فرمادی تھی۔

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (سورة التوبة رقم الآية ٧٣)

ترجمہ: اے نبی جہاد کیجیے آپ کفار سے، اور منافقین سے، اور (اپنے قول وفعل سے) ناراضگی کیجیے، ان پر (سورہ توبہ)

اور قرآن مجید کی سورہ تحریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ(سورة التحريم رقم الآية ٩)

ترجمہ: اے نبی جہاد کیجیے آپ کفار سے، اور منافقین سے، اور (اپنے قول وفعل سے) ناراضگی کیجیے، ان پر (سورہ تحریم)

اور قرآن مجید کی سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ(سورة الفتح رقم الآية ٢٩)

ترجمہ: محمد، اللہ کے رسول ہیں، اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں (یعنی صحابہ) وہ شدید (اور سخت) ہیں۔ کفار پر اور رحم دل (ونرم) ہیں، آپس میں (یعنی مومنوں کے ساتھ) (سورہ فتح)

اگر کفار کے ساتھ تجارت ومعاملات کا جاری رکھنا، کفار کے ساتھ موالات، اور جہاد وقتال کے تقاضوں، یا ان کی بے جا حمایت، یا دین کے معاملہ میں بے جا نرمی، یا غیرتِ ایمانی کے خلاف وغیرہ کے مترادف ہوتا، تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم، اور آپ کے صحابہ کو مذکورہ آیات پر عمل پیرا ہونے، یا اس معیار پر پورا اترنے والا قرار دینے کی کیسے گنجائش ہوسکتی ہے۔

اور یہ بات احادیث وسنت سے ثابت ہے کہ ملکِ شام سے برابر تجارت کا سلسلہ جاری رہا، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب بلانکیر استفادہ فرماتے رہے، اور اس بائیکاٹ کے بجائے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر فرمودہ احکام پر عمل کے نتیجہ میں اللہ نے ملکِ شام، اور ملکِ مصر وغیرہ سب کو ان کے لئے فتح فرمادیا، جو بحمداللہ تعالیٰ تا حال مسلمانوں کے زیرِ اثر ہیں، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے اہم احکام کو چھوڑ کر اس طرح کے بائیکاٹوں کے چکروں میں پڑ جاتے، تو وہ عظیم الشان فتوحات کس طرح حاصل ہوسکتی تھیں، اور آج صورتِ حال برعکس ہے کہ دین کے اصل احکام کو نظر انداز کرکے مروجہ بائیکاٹوں کو اختیار کیا جارہا ہے، اور دوسری طرف کفار کا غلبہ اور تسلط بڑھتا جارہا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کے فتح کردہ علاقوں پر دوبارہ کفار کا غلبہ ہوتا چلا جارہا ہے۔

بعض ابنائے زمانہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور تعامل کو ایک طرف رکھ کر، اور جمہور فقہاء ومحدثین کی تصریحات کے مقابلہ میں، مروجہ بائیکاٹ کے ثبوت کے لئے اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں، جس میں کفارِ قریش وکنانہ کے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ نہ کرنے تک، بنو ہاشم اور بنو مطلب کے ساتھ، نکاح نہ کرنے اور خرید وفروخت نہ کرنے، اور ان کے ساتھ نشست وبرخواست ترک کرنے کی قسم اٹھانے کا ذکر ہے۔ [1]

حالانکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ کافروں کا طرزِ عمل تھا، اور کفار کی طرف سے یہ سب کچھ کئے جانے

---

[1] عن أبی ہریرة رضی اللہ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، من الغد یوم النحر، وہو بمنی: نحن نازلون غدا بخیف بنی کنانة، حیث تقاسموا علی الکفر .یعنی ذلک المحصب، وذلک أن قریشا وکنانة، تحالفت علی بنی ہاشم وبنی عبد المطلب، أو بنی المطلب: أن لا یناکحوہم ولا یبایعوہم، حتی یسلموا إلیہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم(صحیح البخاری،رقم الحدیث ۱۵۹۰)

کے بعد، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طرزِ عمل اس کے برعکس تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ کفار کا یہ طرزِ عمل بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی جدوجہد کے لئے تھا۔

تیسری بات یہ ہے کہ کافروں کے اس فعل کو کسی بھی طرح ''غیرتِ ایمانی'' سے تعبیر کرنے کی گنجائش نہیں، بلکہ اس کو ''غیرتِ کفریہ وشیطانیہ'' سے تعبیر کرنا ہی موزون ہے۔

بھلا کفار، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے دشمنوں کے ایسے فعل سے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی گھناؤنی سازش کے لئے کیا گیا ہو، اس طرح کا استدلال کرنا کیسے درست قرار پاسکتا ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا قول وفعل، اس کے برخلاف موجود ہو۔

یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام ومحدثینِ عظام نے اس واقعہ سے مروجہ بائیکاٹ پر استدلال ہی نہیں کیا۔

اور بائیکاٹ کی اصطلاح وپالیسی ہی اسلام کی آمد کے ہزاروں سال بعد غیر مسلموں کی طرف سے ایجاد کی گئی ہے، پس اس بائیکاٹ کو قرآن وسنت سے سہارا فراہم کرنا، اور فقہائے مجتہدین کے مقابلہ میں جدید اجتہاد کی کوشش کرنا، اور ایک جائز عمل کو ''غیرتِ ایمانی کے خلاف'' قرار دینا، اور جس عمل پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر نہیں کی، اس پر نکیر کرنا، اور جس چیز کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ وتشہیر نہیں کی، اس کی تبلیغ وتشہیر کرنا، کیسے راجح قرار پاسکتا ہے۔

اور یہ اصول طے شدہ ہے کہ کسی چیز کا عنوان اور نام بدل دینے سے اس کا حکم تبدیل نہیں ہوجایا کرتا۔

چنانچہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ اپنے رسالہ ''اقتباساتِ عشر'' میں اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

> حکمِ شرعی کا محل اور متعلق، ہمیشہ معنون ہوتا ہے، نہ کہ عنوان، مثلاً کوئی مغصوب زمین میں مسجد بنالے، اور مالک، قاضیِ اسلام کے اجلاس میں، اس کا مغصوب ہونا، ثابت کردے، اور قاضی، غاصب کو اس مسجد کے انہدام اور زمین کی واپسی کا حکم دیدے، تو قاضی پر یہ اعتراض جائز نہ ہوگا کہ اس نے مسجد منہدم کرادی، مسجد محض اس کا نام ہے، واقع میں وہ مسجد ہی نہیں (اشرف السوانح ج۳،ص۱۶۵، مضمونِ اول ''اقتباساتِ عشر''مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت ۱۴۱۴ ہجری)

نیز حضرت موصوف اسی پہلو کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

’’اس عدمِ تعاون کا نام جو بعض نے ترکِ موالات رکھ لیا ہے، اس عنوان سے اس کا حکم جواوپر مذکور ہوا (یعنی مباح اجارات وتجارات وتعلیمات واستعانات وتعلقات حاکمیت ومحکومیت کے) بدل نہ جاوے گا (بحکم مقدمہ نمبر۳) جیسا بعض نے یہ ترکیب کر رکھی ہے کہ قرآن مجید میں جو موالات کی ممانعت کی آیتیں آئی ہیں، اس عدمِ تعاون کو ان میں داخل کر کے اختلاف کرنے والے فریق کو قرآن کا مخالف بتا کر عوامُ الناس کو اس سے متوحش و متنفر کرتے ہیں، جس طرح عاملینِ مولد (ومیلاد) نے اپنی مجالسِ متعارفہ کا نام ’’مجلسِ ذکرِ رسول‘‘ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قیام کا نام تعظیمِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھ کر اہلِ حق کی طرف سے عوام کو بدگمان کر دیا کہ یہ ذکر وتعظیم رسول سے منع کرتے ہیں، یا امتناع وامکان کے مسئلہ میں اس طرح بدنام کیا کہ یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ بھی جھوٹ بول سکتا ہے، پس ایسے ہی اس اصطلاح ’’ترکِ موالات‘‘ سے کام لیا جارہا ہے، تو سمجھ لینا چاہئے کہ کوئی نام رکھ دینے سے حقیقت نہ بدل جاوے گی، اس لئے حکم بھی نہ بدلے گا۔

باقی (نام بدلنے کی) ایسی ترکیبوں سے کام لینا، اہلِ علم کی شان کے بالکل خلاف ہے، میں نے اپنے نزدیک ان مسائل، اور اس اختلاف، اور اپنے مسلک کی حقیقت بالکل صاف کر دی ہے، اگر اس کے باوجود کسی کو بدنام کرنے کا شوق ہو، تو اس سے زیادہ نہ کہوں گا کہ:

’’فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ‘‘

والسلام

آغاز جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ہجری مقام تھانہ بھون، خانقاہ امدادیہ

(اشرفُ السوانح ج۳ ص۱۶۷، مضمونِ اول، اقتباساتِ عشر، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، سنِ طباعت ۱۴۱۴ہجری)

معلوم ہوا کہ کسی چیز کا عنوان بدل کر اس کی وجہ سے دوسرے پر الزام قائم کرنا، اہلِ حق کا طریقہ نہیں۔

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 109 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ اور خضر (حصہ دہم)

حضرت خضر کی معیت میں، حضرت موسیٰ کو جو دوسرا واقعہ پیش آیا تھا، وہ لڑکے قتل کا تھا، جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اشکال کیا تھا، اور اس کے بعد حضرت موسیٰ نے آخری مہلت طلب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کوئی بات پوچھی، تو آپ مجھے اپنے ساتھ سے الگ کردیجئے، آپ میری طرف سے عذر کی حد پر پہنچ چکے ہیں، اس لیے آئندہ آپ کے کسی کام پر اعتراض کروں، تو ہماری رفاقت ختم ہوجائے گی، کیونکہ آپ کی طرف سے حجّت پوری ہوجائے گی۔

لیکن حضرت موسیٰ نے اس کے بعد دیوار والے واقعہ پر بھی اشکال کیا، جس کے بعد حضرت خضر نے ان تینواں واقعات کی وضاحت کی، اور کشتی والے واقعہ کے بعد لڑکے کو قتل کرنے والے واقعہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس لڑکے والدین مومن اور نہایت ہی اچھے لوگ ہیں، ہم نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ یہ بچہ بڑا ہوکر نہ صرف کفر وشرک کرے گا، بلکہ اپنی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اپنے ماں باپ کو بھی کفر اور نافرمانی پر مجبور کرے گا، اور اس کے ماں باپ کو اس سے بہت زیادہ محبت تھی، اندیشہ تھا کہ بڑا ہوکر اپنے ماں باپ کو بھی کفر پر نہ ڈال دے، ایسا نہ ہو کہ محبت کے جوش میں وہ اس کے کفر کے ساتھی بن جائیں، لہٰذا اس کو تو قتل کردیا اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسری اولاد عطا فرمادی، جو پاکیزہ ہونے کے اعتبار سے بھی اس لڑکے سے بہتر تھی، اور والدین کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرنے میں، اور ماں باپ کے حقوق کا خیال رکھنے میں بھی اس سے بہت زیادہ بہتر تھی، اس طرح لڑکے کا مارا جانا والدین کے حق میں رحمت اور ان کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا۔ [1]

---

[1] قد تقدم أن هذا الغلام كان اسمه جيسور .وفى هذا الحديث عن ابن عباس عن أبى بن كعب، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: الغلام الذى قتله الخضر طبع يوم طبع كافرا رواه ابن جرير من حديث ابن إسحاق عن سعيد عن ابن عباس به، ولهذا قال: فكان أبواه مؤمنين فخشينا ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

قرآن مجید کی سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا. فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا (سورة الكهف، رقم الآية ۸۰، ۸۱)

یعنی ’’اور لڑکے کا معاملہ یہ تھا کہ اس کے ماں باپ مومن تھے، اور ہمیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ یہ لڑکا ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسادے۔ چنانچہ ہم نے یہ چاہا کہ ان کا رب انہیں اس لڑکے کے بدلے ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں بھی اس سے بہتر ہو، اور حسن سلوک میں بھی اس سے بڑھی ہوئی ہو‘‘۔

بعض مفسرین کے مطابق اس لڑکے کے مارے جانے کے بعد ان دونوں نیک بختوں سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اور وہ ایک نبی سے بیاہی گئی اور اس کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوئے، جس سے اللہ تعالیٰ نے ایک امت کو ہدایت دی، اس طرح سے یہ نیک بخت لڑکی اس لڑکے کا بدلہ ہوگئی۔ [1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی ہوتا ہے، اگرچہ وہ ظاہر میں کیسا ہی ہوں، انجام کے اعتبار سے، وہ انسان کے حق میں بہتر ہی ہوتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ أن يرهقهما طغيانا و كفرا أى يحملهما حبه على متابعته على الكفر، قال قتادة: قد فرح به أبواه حين ولد، وحزنا عليه حين قتل، ولو بقى لكان فيه هلاكهما، فليرض امرؤ بقضاء الله، فإن قضاء الله للمؤمن فيما يكره خير له من قضائه فيما يحب، وصح فى الحديث لا يقضى الله لمؤمن قضاء إلا كان خيرا له وقال تعالى:"وعسى أن تكرهوا شيئا وهو خير لكم". وقوله فأردنا أن يبدلهما ربهما خيرا منه زكاة وأقرب رحما أى ولدا أزكى من هذا، وهما أرحم به منه، قاله ابن جريج. وقال قتادة: أبر بوالديه، وقد تقدم أنهما بدلا جارية (تفسير ابنِ كثير، ج۵ ص ۱۶۶، ۱۶۷، سورة الكهف)

[1] روى أنه ولدت لهما جارية تزوجها نبى فولدت نبيا هدى الله على يديه أمة عظيمة (تفسير الرازى، ج ۲۱ ص ۴۹۲، سورة الكهف)

[2] قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْــًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (سوره نساء، رقم الآية

یعنی ’’بہت ممکن ہے کہ ایک کام تم اپنے لئے برا اور ضررو الا سمجھتے ہو، اور وہ دراصل تمہارے لئے بھلا اور مفید ہو‘‘۔

وتحصل من هذا الحض على الصبر فى الشدائد، فكم فى ضمن ذلك المكروه من الفوائد، وهذا معنى قوله: "وعسى أن تكرهوا شيئا وهو خير لكم" (تفسير القرطبى، ج ۱۱ ص ۳۶، سورة الكهف)

قال قتادة: لقد فرح به أبواه حين ولد وحزنا عليه حين قتل، ولو بقى كان فيه هلاكهما. فالواجب على كل امرء الرضا بقضاء الله تعالى، فإن قضاء الله للمؤمن فيما يكره خير له من قضائه له فيما يحب (تفسير القرطبى، ج ۱۱ ص ۳۸، سورة الكهف)

طب وصحت

حکیم مفتی محمد ناصر

کان کا درد، کم سنائی دینا اور کان کے دیگر امراض

کان انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے، کان سے انسان سُننے کا کام لیتا ہے، کان کی بناوٹ میں نرم لچک دار کری، عضلات اور اعصاب شامل ہیں، کان کی بناوٹ اس طرح کی ہے کہ کان کا بیرونی حصہ، اندرونی حصے یعنی کان کے سوراخ اور کان کے پردے کے لئے پانی اور کسی دوسری چیز کے جانے سے حفاظت کا کام کرتا ہے، کان کا سوراخ قدرے ترچھا ہے، تا کہ ہوا کی تیز موجیں کان کے نازک پردے پر جا کر نہ لگیں، سوراخ کے ٹیڑھا ہونے کی وجہ سے بیرونی تیز ہوا کان میں پیچ کھاتی ہوئی کمزور ہو کر کان کے پردے تک پہنچتی ہے، اسی لیے کانوں کو سرد ہوا کے جھونکوں سے بھی بچانا چاہیے، اور غسل کرتے وقت کان میں پانی لے جانے سے احتیاط کرنی چاہیے، اور غسل کرنے کے بعد کانوں کو احتیاطا روئی یا کپڑے سے صاف کر لینا چاہیے، کان کے پردے پر چھوٹا چھوٹا بال نما رواں ہوتا ہے، یہ بھی کان کے پردے کی حفاظت کرتا ہے، غرضیکہ قدرت نے انسانی جسم کے دوسرے اعضاء کی طرح کان جیسے قیمتی عضو کی تخلیق بھی انتہائی حکمت سے کی ہے۔ کان سُننے کی قوت کا ایک آلہ ہے، جس کے ذریعہ ہوا کے واسطے سے ہم ہر طرح کی آوازیں سنتے ہیں، ہوا کی لہریں کان کے سوراخ میں سے گزر کر کان کے پردہ پر جا کر لگتی ہیں، اور دماغ ان آوازوں کو محسوس کرتا اور پہچانتا ہے۔

عام طور پر کانوں کی تکالیف میں آواز کم سنائی دینا، کان میں درد ہونا، کان میں کوئی غیر جنس کی چیز چلی جانا، کان میں کھجلی یا پھنسیاں نکل آنا، کان سے پیپ وغیرہ بہنا، کانوں کا بجنا یا کانوں میں شور سنائی دینا اور مختلف آوازیں آنا اور بہرا پن ہونا، یہ سب کانوں کے مختلف امراض ہیں، کانوں کے مختلف طرح کے امراض کا ایک بڑا سبب ٹانسلز بھی ہے، خاص طور پر جن کا بچپن ٹانسلز کے مرض میں گزرا ہو، انہیں زندگی کے کسی مرحلے میں کانوں کے امراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

کانوں کی میل (Ear wax) اور کم سنائی دینا: معمولی طور پر ہر شخص کے کان میں تھوڑا

بہت میل ہوتا ہی ہے، لیکن بعض اوقات میل کے زیادہ ہوجانے کی وجہ سے کان کے سوراخ میں آواز جانے کا راستہ تنگ ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے کم سنائی دینے لگتا ہے، لیکن کانوں کی میل کو کرید کرید کر نکالنا غلط ہے، اس میں ذرا سی بے احتیاطی ہوجائے تو کان کے پردے میں ورم بن سکتا ہے، جس کے بعد کان کے مختلف امراض پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

کانوں میں میل بننے کی وجہ گردوغبار، مٹی اور صاف ستھرے ماحول میں نہ رہنا، غسل کرنے کے بعد کان صاف نہ کرنا، نزلہ وزکام کا رہنا یا بازاری غیر معیاری چیزیں کھانا ہے، بالخصوص والدین کو بچوں کے کانوں کی صفائی کرتے رہنا چاہئے۔

کانوں کی میل صاف کرنے کے عام طریقوں سے تو ہر کوئی واقف ہے، اگر میل کی مقدار زیادہ ہو، تو رات کو گلیسرین کے دو قطرے کانوں میں ڈال دیں، صبح تک میل نرم ہوجائے گی، صبح کو ہائیڈروجن پرآکسائیڈ ڈالنے سے کانوں کی میل جھاگ کی شکل میں اوپر آجائے گی، اسے روئی کی مدد سے اچھی طرح صاف کردیں، اس کے بعد کوئی روغن وغیرہ ڈالنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ روغن کی چکناہٹ دوبارہ میل کو پکڑلیتی ہے، یہ عمل حسب ضرورت کچھ عرصہ بعد دوبارہ بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن کان کی صفائی کے لئے ہائیڈروجن پرآکسائیڈ کا مسلسل اور لگا تار استعمال درست نہیں۔

کانوں میں درد اور کسی غیر جنس چیز کا چلے جانا: کان میں درد کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں، زیادہ عرصہ تک کان کی صفائی کا خیال نہ رکھنا، کان میں پانی کا چلا جانا، بہت زیادہ شور والی جگہ میں رہنا، یا کان میں زخم ہوجانا یا کان میں چوٹ وغیرہ لگ جانا، شور والی آوازیں سننا، کان میں سوزش یا ورم کا پیدا ہونا، وغیرہ۔

کان کے درد کا جو بھی سبب ہو، اس سبب کو دور کرکے ہی کان کے درد کا صحیح علاج کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح کانوں میں اگر کوئی غیر جنس کی چیز چلی جائے، جیسے عموماً بچے کھیلتے ہوئے کان میں کوئی چیز ڈال لیتے ہیں، ایسی صورت میں جلد بازی کے اندر بعض لوگ کان سے وہ چیز نکالنے کی کوشش میں، اس چیز کو مزید اندر دھکیل دیتے ہیں، جس سے تکلیف میں کمی آنے کے بجائے زیادتی ہوجاتی ہے، اس لئے ایسی حالت میں احتیاط سے کام لینا چاہئے، اور کسی موچنے وغیرہ کی مدد سے وہ چیز

﴿بقیہ صفحہ ۵۸ پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

❑......5/رجب المرجب بروز پیر، حافظ محمد عفان صاحب (ابنِ مفتی صاحب مدیر) کے یہاں بیٹی کی ولادت ہوئی، اللہ تعالیٰ نومولودہ کو والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

❑......12/رجب المرجب بروز پیر، بعد عشاء ادارہ کے قدیم طالبِ علم، مولانا شہریار صاحب کی دعوت پر مفتی صاحب مدیر کا، مع چند اراکینِ ادارہ کے اُن کے گھر جانا ہوا۔

❑......18/رجب المرجب بروز اتوار، بعد ظہر مفتی صاحب مدیر سے ملاقات کے لئے مفتی حق نواز صاحب، اور مفتی معاذ صاحب، زوار اکیڈمی، ناظم آباد کراچی سے دارالافتاء، ادارہ غفران میں تشریف لائے۔

﴿بقیہ متعلقہ صفحہ ۵۷ ''کان کا درد، کم سنائی دینا اور کان کے دیگر امراض''﴾

نکال لینی چاہئے، یا پھر کسی تجربہ کار معالج سے اس سلسلہ میں مدد لینی چاہئے۔

کان میں کھجلی یا پھنسیاں: یہ مرض اکثر بچوں کو ہوتا ہے، کان میں سوزش اور ورم کے نتیجے میں مناسب علاج نہ کرنے کی صورت میں بچے کانوں کو کھجلاتے رہتے ہیں، اور بالآخر کان میں دانے اور پھنسیاں بن جاتی ہیں، کان سے پیپ وغیرہ بہنے لگتی ہے، ایسی حالت میں بعض لوگ ٹوٹکوں سے مدد لیتے ہیں، اور تیل میں لہسن جلا کر کان میں ڈالتے ہیں، جو کہ غلط طرزِ عمل ہے، اس طرح کے ٹوٹکوں سے بعض اوقات فائدہ ہونے کے بجائے مزید نقصان ہوجاتا ہے، لہٰذا اس طرح کی بیماری میں بھی کسی تجربہ کار معالج سے علاج کرانا چاہئے۔ ایسے مریضوں کی خوراک کا بھی خصوصی خیال رکھنا چاہئے، ثقیل اور بادی غذاؤں کے بجائے نرم اور زود ہضم غذائیں استعمال کرنی چاہئے۔

کان بجنا: یہ مرض عموماً بڑے بوڑھوں کا ہے، اس حالت میں مریض کو کانوں میں مختلف طرح کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، دماغ کے اندر ریاح اور بخارات کا غلبہ ہونے کی وجہ سے ریاح اور بخارات دماغ میں گھومتے ہیں، کبھی تیز ٹک ٹک کی آوازیں، یا گھوڑا دوڑنے کی آوازیں، یا ڈھول بجنے جیسی آوازیں کانوں میں سنائی دیتی ہیں، کمزور نظریے وعقیدے کے لوگ اسے کوئی جادو ٹونہ وغیرہ سمجھتے ہیں، حالانکہ کانوں میں اس طرح کی آوازیں سنائی دینا بھی دوسرے جسمانی امراض کی طرح ایک مرض ہے، جس کا صحیح تشخیص کے بعد مناسب علاج ہی حل ہے۔